بموقع عرس شہنشاہ ناسک رحمۃ اللہ علیہ

یا رسول اللہ ﷺ

یا اللہ جل جلالہ

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خان اعظمی
سے ایک یادگار انٹرویو بنام

روبروئے قمر

روبرو: علامہ قمر الزماں خان اعظمی

میزبان: حافظ محمد طاہر قادری

ناشر: کنز القرآن فاؤنڈیشن ناسک

پیش کش: سید ندیم نوری، ناسک

بفیض: تاج دار اہل سنّت حضور مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری علیہ الرحمۃ
مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خان اعظمی
سے ایک یادگار انٹرویو بنام
روبروئے قمر
روبرو: علامہ قمر الزماں خان اعظمی
میزبان: حافظ محمد طاہر قادری
پیش کش: سید ندیم نوری، ناسک
ناشر: کنز القرآن فاؤنڈیشن ناسک

سلسلۂ اشاعت نمبر ۵

نام	:	رُوبروے قمر
روبرو	:	علامہ قمرالزماں خان اعظمی
میزبان	:	حافظ محمد طاہر قادری
محرک	:	سید ندیم نوری، ناسک
مرتب	:	غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں
کمپوزنگ	:	فاروق بھائی، ناسک
صفحات	:	۴۰
اشاعت	:	۱۴۴۵ھ/ ۲۰۲۴ء
تعداد	:	۱۱۰۰
ہدیہ	:	دُعاے خیر
ناشر	:	کنزالقرآن فاؤنڈیشن، ناسک

ملنے کے پتے

کنزالقرآن فاؤنڈیشن، کپوتے مارکیٹ، وڈالاناکہ، ناسک

نوری مشن، مدینہ کتاب گھر، مدینہ مسجد مالیگاؤں

ورلڈ اسلامک مشن، مانچسٹر، انگلینڈ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

شخصیتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ایک وہ جو اپنے علم و قابلیت کو ظاہر کرنے کے لیے ظاہری آرائش، نام و نمود، آباو اجداد اور تعارفی اشتہارات کا سہارا لیتی ہیں اور دوسری قسم ان افراد کی ہے جن کے کارنامے اور ان کی خدمات خود تعارف ہوتی ہیں۔خطیب اعظم حضور مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خاں اعظمی کا تعلق اسی آخر الذکر قسم کے افراد سے ہے۔مفکر اسلام ایک فرد نہیں جماعت کا نام ہے۔ جہاں جماعتیں تھک کر بیٹھ جاتی ہیں وہاں یہ مرد قلندر کام کرتا نظر آتا ہے۔آسمان پر طلوع ہونے والا قمر صرف رات میں اپنی روشنی بکھیرتا ہے مگر آپ ایسے قمر ہیں جنھوں نے صبح و شام اپنے علم کے نور سے ایک دنیا کو روشن کیا اور کر رہے ہیں۔وہ قمر؛ شمس سے روشنی حاصل کرتا ہے، اس قمر کے پیچھے بھی کسی شمس کا ہاتھ ہے۔ جی ہاں! دنیا انھیں مفتی اعظم عالم کے نام سے جانتی پہچانتی اور مانتی ہے۔آپ حضور مفتی اعظم عالم کے پروردہ اور خلیفہ بھی ہیں۔

خطیب اعظم! دین کے مخلص داعی، نباض قوم، سحر بیاں خطیب، معقولات و منقولات کے جامع، احوالِ زمانہ پر نظر رکھنے والے اور سماجی و سیاسی بصیرت کے حامل ہیں۔آپ کی زندگی سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔اس کی ایک کڑی یہ انٹرویو ہے، جو حافظ طاہر قادری نے سر زمین برطانیہ پر لیا، اور اس وقت وہ آپ کے سامنے کتابی شکل میں موجود ہے۔اس میں بہت سے ایسے تجربات ہیں، جن سے بالخصوص ایک داعی دین فائدہ اٹھا سکتا ہے۔اپنے تخیلات کو روشن و تابناک بنا سکتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کی راہوں میں وسائل کیسے پیدا ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”جب نیت خالص ہو، ارادہ مستحکم ہو، بھروسہ اللہ پر ہو تو وسائل خود پیدا ہو جاتے ہیں۔“

اعلیٰ حضرت و مسلک اعلیٰ حضرت سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ”اعلیٰ حضرت کا احسان عظیم ہے کہ انھوں نے فقہ حنفی کو، عقائد اور علمِ کلام کو محفوظ کر دیا ہے قیامت تک کے لیے جو ایک انچ بھی ان سے ہٹے گا وہ کہاں جا کے ڈوب مرے گا اور مر رہے ہیں لوگ؛ اس کا اندازہ آپ نہیں کر سکتے۔“

اتحاد اہل سنت جو آج کی ضرورت ہے؛ اپنا موقف جو قابل تقلید ہے بیان فرماتے ہیں:

”میرا موقف ہے کہ جو جس دائرے میں ہے؛ اس کو وہ کام کرنے دیا جائے اور سب ایک دوسرے کا خیال رکھیں، احترام کریں تو لاشعوری اتحاد ہو جائے گا۔“

خطیب اعظم کے اس انٹرویو کے کچھ اچھوتے ملفوظات کو یہاں کوڈ کر رہا ہوں تا کہ اس کی اہمیت وافادیت کو سمجھا جا سکے۔

۱ آدمی درس گاہ میں اس طرح نہیں سیکھتا جو خدمت کر کے سیکھتا ہے۔

۲ طالبِ علمی کے زمانے میں جب آدمی پڑھتا ہے تو اساتذہ کی شفقتوں کے حوالے سے؛ اُس کی تربیت ہوتی ہے۔ پڑھنے کے بعد جب میدانِ عمل میں نکلتا ہے تو ٹھوکروں کے ذریعے ہوتی ہے؛ زمانہ بہت کچھ سکھا دیتا ہے اسے،

۳ کام کے لیے ذات کی نفی کرنی پڑتی ہے۔

۴ کوئی تھوڑا بھی کام کرے تو ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے۔

۵ آدمی شہرت رکھنے کے بعد تنہائی برداشت نہیں کر سکتا۔

۶ جدال اور حسن کو جمع کیا ہے قرآن نے، اختلاف کو گندگی اور نجاست نہیں بنانا ہے، ایسے بہت سے ملفوظات ہیں جن کا مشاہدہ مطالعہ کے دوران ہو گا۔

بہر حال انٹرویو کو پہلی ہی مرتبہ سننے کے بعد تحریری شکل میں لانے کا میں نے فیصلہ کر لیا تھا، اس کا پہلا مرحلہ سن کر کمپوز کرنے کا تھا، یہ کام محب گرامی فاروق بھائی (ناسک) نے انجام دیا۔ ترتیب و تدوین کی راہ سے صاحبِ قرطاس وقلم رفیق گرامی غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں) نے بڑی جاں فشانی سے گزارا۔ اور اخیر میں تصحیح کا کام احقر نے کیا۔ اس رسالہ کی اشاعت میں عزیزم شہزاد بھائی نوری مشن مالیگاؤں کا بھی اہم رول رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ! سب کی کاوش قبول فرمائے۔ مفکر اسلام کا سایۂ شفقت صحت وسلامتی کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

سید ندیم نوری

کنز القرآن فاؤنڈیشن، گلشن آباد (ناسک)

۴ر شوال المکرم ۱۴۴۵ھ/ ۱۴/ اپریل ۲۰۲۴ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زندگی نام ہے کام کا، بے کاری موت ہے

اکابر اسلام کے تابندہ نقوش مشعل راہ ہوتے ہیں۔ان کے لیل ونہار، شب وروز کی مصروفیات اور مسافرت ومنزلوں کی تلاش میں تجربات کا جہان آباد ہوتا ہے۔

مفکر اسلام خطیب اعظم خلیفۂ حضور مفتی اعظم علامہ قمر الزماں اعظمی (سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن) کی زندگی جہد مسلسل اور سعی پیہم سے عبارت ہے۔حضور مفتی اعظم وحضور حافظ ملت کی آغوشِ تربیت میں پروان چڑھنے والا یہ مفکر ہند سے اُٹھا اور عالمی اُفق پر چھا گیا۔

علامہ اعظمی نے کئی جہتوں سے دین کی خدمت کا فریضہ انجام دیا۔سخت زمینوں پر کام کیا۔بنجر وادیاں کام کی برکت سے لالہ زار بن گئیں۔آپ مساجد ومدارس کا قیام عمل میں لائے، دعوت وتبلیغ کے کئی مراکز قائم کیے۔درجنوں اداروں کو توانائی پہنچائی۔ورلڈ اسلامک مشن کے ذریعے اعلیٰ حضرت کے مسلک عشق وعرفان کی خوشبو کئی براعظموں تک پہنچائی۔بڑی بڑی مساجد و درس گاہیں قائم ہوئیں، تربیتی وفلاحی مراکز قائم ہوئے؛ جہاں سے اہل سنت وجماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا سفرِ شوق جاری وساری ہے۔

سال گزشتہ مشہور نعت خواں جناب حافظ محمد طاہر قادری کراچی نے سرزمین برطانیہ پر علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب سے ایک بہت اہم وخوب صورت انٹرویو اسلامک ڈیجیٹل اسٹوڈیو کے توسط سے لیا۔جس میں کئی منزلوں کی داستانِ شوق ہے۔ورلڈ اسلامک مشن کے قیام کی روداد ہے۔مغرب کی وادیوں میں اذانِ سحر صاف سنائی دیتی ہے۔بنجر وادیاں گلزار ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔

انٹرویو میں فروغِ دین وسنیت کے کئی تجربات سمو دیے ہیں۔فکر رضا سے متعلق فرماتے ہیں:

”فکر رضا ہی سب سے اہم ہے، اور اسی پر آپ کام کریں، اس سے ہٹیں گے تو نقصان ہوگا، تقسیم بھی ہوگی، اب بھی ۹۹/فی صد لوگ آپ کے ساتھ ہوں گے۔امام اہل سنت کا یہ ایک عظیم احسان ہے اور یوں کہہ لیجیے کہ مقبولیت ہے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں، کہ اتنی مخالفتوں کے باوجود فکر رضا کے حاملین پھیل رہے ہیں۔“

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی صحبت بافیض کے تناظر میں فرمایا:

”آدمی درس گاہ میں اس طرح نہیں سیکھتا جو خدمت کر کے سیکھتا ہے۔“

تجربات ومشاہدات کی بزم اب بھی آراستہ ہے۔علامہ اعظمی کے قلب کی دھڑکن اس ایک جملے میں محسوس کی جاسکتی ہے،سفرِ حیات اور تگ ودَو کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”ہم اب بھی پڑھ رہے ہیں،افراد کو بھی،شخصیات کو بھی،زمانے کو بھی،ماحول کو بھی،تہذیب کو بھی،کلچر کو بھی،روایت کو بھی،اقوام کے مختلف طرزِ عمل کو بھی،اب بھی ہم پڑھ رہے ہیں اور اسے سمجھ رہے ہیں۔“

مراکزِ علم وعرفان وتزکیۂ باطن نے ہر دور میں قیادت کا فریضہ انجام دیا ہے۔پہلے خانقاہیں درس گاہ بھی ہوا کرتی تھیں اور تزکیۂ روح کا محور بھی۔علامہ اعظمی فرماتے ہیں:

”درس گاہ اور خانقاہ کا رشتہ مضبوط ہونا چاہیے تاکہ خانقاہ کی آبرو بھی باقی رہے اور درس گاہ بھی چلتی رہے۔“

بہرکیف! اس انٹرویو میں جہانِ علم وعرفان آباد ہے۔سیکھنے کے سامان مہیا ہوتے ہیں۔خیالات کو روشنی اور بازوؤں کو قوت ملتی ہے۔حضور حافظ ملت کے اِس قول ”زندگی نام ہے کام کا،بے کاری موت ہے“ کا احساس بڑھ جاتا ہے۔

انٹرویو کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر حضرت مولانا سید ندیم نوری (بانی و سربراہ: کنزالقرآن فاؤنڈیشن،ناسک) نے اس کی تحریری شکل میں اشاعت کا عزم کیا۔موصوف نے انٹرویو کو کمپوز کروا کر بھیجا،احقر نے ترتیب وتدوین کے مرحلے سے گزار کر مطالعہ کی بزم میں آراستہ کیا۔

اللہ تعالیٰ! ہمیں اکابر دین کے نقوشِ حیات کو مشعل راہ بنا کر دین وسنیت کے لیے مخلصانہ خدمت کا ذوقِ فراواں عطا فرمائے۔مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

غلام مصطفیٰ رضوی

نوری مشن مالیگاؤں

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ ۹؍اپریل ۲۰۲۴ء

☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علامہ قمرالزماں خان اعظمی سے ایک یادگار انٹرویو

میزبان: حافظ محمد طاہر قادری

تمام حمد اللہ وَحْدَہٗ لاشریک کے لیے، جو ہمارا خالق و مالک ہے۔ بے حد و شمار درود و سلام اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر، کہ جن کے اُمتی ہونے کا ہم نے شرف پایا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کی نگاہِ فیض سے غوث و رضا کا دامن ہاتھوں میں آیا ہے۔

ناظرین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

آپ دیکھ رہے ہیں "اسلامک ڈیجیٹل اسٹوڈیو" کے پلیٹ فارم سے ایک بہت ہی خوب صورت پروگرام! جی ہاں! (Id's Meet-Up) آئی ڈیز میٹ اپ؛ اور الحمدللہ مجھے یہ بتاتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میں اس وقت یو کے میں ہوں، اور یو کے میں ہمارے اسلامک ڈیجیٹل اسٹوڈیو کے تحت یہ بالکل پہلا انٹرویو الحمدللہ ہم Conduct کر رہے ہیں۔ اور ہوتا ہے نہ کہ بھائی! سب سے بڑی جو شخصیت ہے میری دانست میں؛ اور علمائے کرام نے الحمدللہ! جس طرح ہماری رہنمائی فرمائی؛ تو میری خوش نصیبی ہے کہ پہلی مرتبہ جو مجھے یہاں یو کے کی سرزمین پر گفتگو کرنے کا موقع مل رہا ہے؛ وہ عالم اسلام کی ایک بہت بڑی شخصیت ہے۔ الحمدللہ! آپ (علامہ قمر الزماں اعظمی، سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن یو کے) خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ مفکرِ اسلام ہیں، ہم سب کے پیارے، بہت بڑی شخصیت، جن کی زندگی کا اکثر حصّہ دین کی خدمت کرتے گزرا، حضرت علامہ مولانا قمر الزماں اعظمی صاحب! جو الحمدللہ! ایک زبردست خطیب بھی ہیں، یعنی خطیبِ اعظم بھی ہیں اور صاحبِ فکر و نظر عالم دین بھی ہیں۔

طاہر قادری: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علامہ اعظمی: وعلیکم اسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طاہر قادری: علامہ صاحب! پہلے تو آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے اسلامک ڈیجیٹل اسٹوڈیو کو یہ وقت عطا فرمایا، کہ کچھ آپ سے گفتگو ہو سکے، کچھ وہ باتیں حضرت کہ علما ہوں، طلبہ ہوں، یا عوام اہل سنّت ہوں؛ جو آپ سے رہنمائی چاہتے ہیں، بہت سارے معاملات میں، تو اس پر میں آپ کا دل سے شکریہ ادا کروں گا۔ (کہ آپ رہنمائی ورہبری فرمائیں۔)

علامہ اعظمی: نوازش ہے! میں نے اصل میں آپ کے اِس پروگرام کے بارے میں سن رکھا ہے۔ آپ نے ایک بہت خوب صورت راہ تلاش کی ہے تبلیغ دین کی؛ دعوت کے لیے اپنے روایتی طریقے سے ہٹ کر کے آپ اپنے اِس پروگرام کے ذریعے سے بہت سی اصلاحات کر رہے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ آپ کے یہ سارے پروگرام بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوں گے۔

طاہر قادری: آمین آمین۔ جزاک اللہ خیراً! ناظرین کرام کو میں یہ بتادوں کہ جہاں حضرت (علامہ اعظمی) کے پاس بہت سارے اعزازات ہیں؛ جو دینی حلقہ ہے، جو اہلِ محبت ہیں وہ تو آپ سے عقیدت رکھتے ہی ہیں، وہ تو آپ کی خدمات کے معترف ہیں ہی؛ مگر وہ جو ایک سروے رپورٹ آتی ہے نہ کے جو پانچ سو بااثر مسلمان شخصیات الحمدللہ! اس میں بھی کئی سالوں سے آپ (علامہ اعظمی) کا نام مسلسل آ رہا ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی الحمدللہ! مانتے ہیں کہ آپ وہ شخصیت ہیں کہ جو مسلمانوں کے ایک بہترین قائد ہیں، بہترین رہنما ہیں، اور بڑے بڑے علما الحمدللہ آپ سے محبت کا اظہار وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔

میں مختصر سا تعارف حضرت کا کروادوں، حالاں کہ کچھ جملے زیادہ ہیں، پر پھر بھی حضرت کی

جو خدمات ہیں تعارف تو یہ مختصر ہی کہلائے گا، پھر بہت سارے سوالات جو آپ کے دل میں بھی ہوں گے، آپ کے ذہن میں بھی ہوں گے اور میرے ذہن میں بھی ہیں، میں نے حضرت سے کرنے ہیں، ان شاء اللہ! ناظرین کرام! دین وسنیت کی تبلیغ و اشاعت میں حضرت نے بڑی نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔آپ کی دینی خدمات ہندوستان میں تو ہیں ہی لیکن یو کے، یورپ، امریکہ سمیت دنیا کے کئی ممالک میں آپ نے دین حق اہل سنت و جماعت کا پرچم لہرایا ہے۔سبحان اللہ! بھی کہتے رہیے گا، جی ہاں! یہ حضور مفتی اعظم ہند اور حضور حافظ ملت کا فیضان ہی تو ہے۔ سبحان اللہ! جو یقیناً مفکر اسلام کی دینی خدمات کی صورت میں ہمیں نظر آتا ہے۔

ناظرین کرام! آپ کی پیدائش ضلع اعظم گڑھ کے ایک چھوٹے (سے) قصبے خالص پور میں ۲۳؍مارچ ۱۹۴۶ء میں ہوئی۔ ۱۹۴۶ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ کے والد کا نام عبدالحمید خان اور دادا کا نام عبدالصمد خان ہے۔ناظرین کرام! ۱۹۶۶ء میں آپ دستارِ فضلیت سے مزین ہوئے اور الجامعۃ الاشرفیہ (مبارک پور) سے حصولِ علم دین کیا۔آپ کے اساتذہ میں حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی اور اشرف العلماء حضرت علامہ سید محمد حامد اشرف صاحب، حضرت علامہ شفیع صاحب مبارکپوری، حضرت علامہ حافظ یحییٰ صاحب مبارکپوری رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ماشاء اللہ! اور ۱۹۶۳ء میں آپ مرید ہوئے حضور مفتی اعظم ہند سے، ۱۹۷۷ء میں آپ کو خلافت واجازت سے بھی نوازا گیا اور ناظرین کرام! اگر آپ کی علمی خدمات کی بات کی جائے تو ۱۹۶۴ء میں الجامعۃ الاسلامیہ روناہی ضلع فیض آباد (یوپی) کی بنیاد رکھی اور آج تک آپ اس ادارہ کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔

۱۹۷۳ء میں رئیس القلم حضرت علامہ ارشدالقادری صاحب نے ورلڈ اسلامک مشن کی خدمت کے لیے آپ کو لندن مدعو کیا اور آپ کو ورلڈ اسلامک مشن کا اس وقت جوائنٹ سکریٹری مقرر

کیا۔اور آپ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے تنظیم نے ۱۹۸۰ء میں آپ کو جنرل سکریڑی مقرر کیا،اور آج تک آپ یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔سبحان اللہ! بات کی جائے کہ بھئی کہاں کہاں کام کیا؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ دینی خدمات میں سب سے بنیادی کام ہے؛ وہ ہے مساجد کی تعمیر کرانا،وہاں ایک سسٹم بنانا، وہاں ایک ٹیم بنانا، اس کو Organise کرانا،اس کو Manage کرنا، الحمدللہ! صرف یوکے میں نہیں،صرف ہندوستان میں نہیں، بلکہ یورپ میں بھی آپ کی خدمات ہیں،امریکہ میں بھی ہیں،ہالینڈ میں آپ نے طیبہ مسجد،امریکہ کے شہر ہیوسٹن میں آپ نے النورسنی مسجد،اور ہالینڈ میں ہی سنی مسجد انوارِقبا،ماشاءاللہ اور ہالینڈ میں ہی ادارہ مدینۃالاسلام آپ نے بنایا،ایمسٹرڈم میں سنی جامع مسجد آپ نے بنائی۔یعنی ان مسجدوں کی تعمیر میں علامہ اعظمی کا اہم کردار ہے۔

یوکے میں الحمدللہ! جس جگہ اس وقت آپ ماشاءاللہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں؛نارتھ مانچسٹر جامع مسجد، ماشاءاللہ! سبحان اللہ! یہاں کے لوگ تو گواہی دیتے ہیں کہ بھئی حضرت جیسی شخصیت صرف ہمارے یہاں نہیں بلکہ یوکے، یورپ کی بات کی جائے تو ایسی شخصیت یہ یقیناً ُبقیۃ السلف،ہیں،اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا سایہ عاطفت دراز فرمائے۔اسی طریقے سے آپ نے گلاسگو، اسکاٹ لینڈ میں بھی خضرا مسجد، یوکے لیسٹر میں آپ نے سینٹرل سنی مسجد اور کنیڈا میں مسجد نورالحرم؛اور یہ تمام مساجد حضور مفکر اسلام کی کاوشوں سے ہی بنی ہیں۔حضرات! یہ تمام مسجدیں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی اور علامہ شاہد رضا نعیمی کی زیر سایہ علامہ اعظمی کی کوششوں سے تعمیر ہوئیں۔ناظرین کرام! میں حضرت کے ساتھ گفتگو کا آغاز کرتا ہوں۔حضرت سب سے پہلے یہ ارشاد فرمائیے گا؛شادی آپ کی کس عمر میں ہوئی تھی؟ اور بچے آپ کے کتنے ہیں؟ یہ ارشاد فرمائیں۔

علامہ اعظمی: میری شادی ۱۹۶۶ء میں ہوئی اور میرے بچے ۸ ؍ تھے، اس میں ۷ ؍ ہیں الحمدللہ، اور میرے ایک بچے کا ابھی کچھ دنوں پہلے (ممبئی انڈیا میں) انتقال ہوا ہے۔

طاہر قادری: جی حضرت پتہ لگا، میں اس حوالے سے تعزیت کروں گا، اللہ ان کی بے حساب بخشش و مغفرت فرمائے۔ بہت بڑا صدمہ ہے جس سے آپ گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ حضور! یہ ارشاد فرمائیے کہ والدین کہتے ہیں کہ بھئی یہ سوال ضرور پوچھیے گا حضرت سے، اتنی بڑی شخصیت ہیں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کیا آپ نے انتظامات فرمائے ہیں؟

علامہ اعظمی: جو کچھ بھی ہوا ہے فضل الٰہی سے ہوا ہے، میں بیشتر دَوْروں میں رہا۔ اس میں سب سے بڑا Contribution میری اہلیہ کا ہے، انھوں نے مجھے کبھی بھی گھر کی ذمہ داریوں کا پابند نہیں کیا۔ بچوں کی اسکول کی ضروریات، ان کا لباس، خورد و نوش، ان کی فیس اور دوسرے سارے معاملات وہ خود دیکھتی رہیں، اور جب بچے کالج یا یونیورسٹی میں جانے کے قابل ہوئے تو وہ خود بھی اس قدر تربیت یافتہ ہو چکے تھے کہ انھوں نے اپنے طور پر سارے کام خود کیے۔ ہمارے بیشتر بچے گریجویٹ (Graduate) ہیں۔ اور اب بچوں کے بچے ان کی بچیاں بھی بعض اب تک گریجویشن (Graduation) کے مرحلے سے گزر چکی ہیں۔ اور کوشش یہ کی گئی ہے کہ انھیں دینی ماحول میں پروان چڑھایا جائے، میرا موقف شروع سے یہ تھا کہ ہم روایتی عالم کا احترام کرتے، میں بھی انھیں میں سے ہوں، لیکن ایسے دین کے خدام پیدا ہونے چاہئیں جو معاشی اعتبار سے قوم پر بوجھ نہ ہوں، بلکہ وہ اپنے ذرائع سے معاشی ضروریات کو پورا کریں اور دین کی خدمت فی سبیل اللہ کریں، اور اب تو الحمدللہ ہمارے کچھ بچے اس راہ پر لگے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر وقار اعظمی ہیں، بیرسٹر معین الزماں اعظمی ہیں، یہ مختلف ملکوں کے دورے بھی کرتے

ہیں اور یہاں بھی جو کام ان سے ہوسکتا ہے وہ کر رہے ہیں، لیکن دین کے حوالے سے کوئی (مالی) آس ان کی نہیں ہے اور نہ ہم یہ پسند کریں گے۔ (خدمت دین کی نیت ہے نہ کہ طمع)

طاہر قادری: سبحان اللہ! سبحان اللہ! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت ابتدا میں (علم) دین کی طرف آپ کس طرح مائل ہوئے؟ کون سی بات تھی؟ اور جو تعلیم کے ابتدائی ایام ہوتے ہیں وہ بھی بڑے یادگار ہوتے ہیں، بندہ زندگی بھر بھولتا نہیں۔ حضرت کچھ وہ یادیں اگر ہم آپ شیئر کرنا چاہیں۔

علامہ اعظمی: اصل میں الحمدللہ! میرا گھر مذہبی گھر تھا، میرے والد، میرے دادا، میرے پردادا یہ اپنے علاقے میں اس دور کی تعلیم کے اعتبار سے پڑھے لکھے شمار کیے جاتے تھے۔ چوں کہ ہمارا خاندان افغانستان سے واپس آیا تھا، اس لیے Persian (فارسی) ہمارے گھر کی روایت میں داخل تھی، اب یہ زبان پڑھائی تو نہیں جاتی تھی، لیکن پرشین محاورات اور اشعار، دعائیں یہ سب ہم نے اپنے دادا مرحوم اور اپنے والد سے اس وقت سیکھ لی تھیں جب ہم خود بستر میں ہوا کرتے تھے۔ ان کی نمازوں میں اور ان کی عبادتوں میں جو دعائیں شامل تھیں وہ ہم نے یوں سیکھیں، جو تلاوتیں ہمارے والد محترم کرتے تھے ۲۹/ویں اور ۳۰/ویں پارے کی سورتوں کی نماز میں، وہ ہمیں بغیر پڑھائے ہوئے یاد ہوگئیں۔ ایسے ہی وہ اشعار جو اس زمانے میں عام طور پر رائج تھے، پرشین کے اشعار، دعاؤں میں۔

پادشاہا جرم ما را در گذار
ما گنہ کاریم و تو آمرزگار

یہ دعاؤں سے ہم نے سیکھیں، تو مزاج علمی بن چکا تھا، گرچہ ہمارے گھر میں کوئی مستند

روایتی عالم نہیں تھا مگر پرہیزگار لوگ تھے، نماز کی پابندی، حلال کا اہتمام کرنا، رزقِ حلال کی پابندی، اس کے ساتھ ساتھ ہمارے اخلاق و آداب تھے؛ اس کی تربیت ہمارے گھر میں ہو گئی تھی۔ اس لیے ہمارے لیے تربیت کے ماحول میں نہ اپنے لیے نہ اپنے بچوں کے لیے کوئی اور راستہ اختیار نہیں کرنا پڑا۔ گھر کے ماحول نے بہت کچھ عطا فرمایا ہے۔ اور یہ اللہ کا بے پناہ کرم ہے کہ مجھے ایک دین دار اور دینی ماحول والا گھر میسر آیا ہے۔

طاہر قادری: سبحان اللہ! سبحان اللہ! اچھا حضرت یہ بھی بہت Depend کرتا ہے کہ ہم نے دیکھا ہے کہ تقریباً تعلیمی نصاب، دینی تعلیمی نصاب کی بات کر رہا ہوں، کم و بیش ایک جیسا ہی ہوتا ہے سب جگہ پر، مگر اساتذہ کی خصوصی توجہ اور پھر ان کا خاص شاگردوں پر ایک وقت دینا، توجہ کرنا اور جو زیادہ اس میں ہنر مند ہو یا زیادہ باصلاحیت شاگرد ہوتے ہیں، ان پر الگ سے محنت کرنا، آپ محسوس کرتے ہیں حضرت کہ آپ کو ایسے اساتذہ ملے؟

علامہ اعظمی: میرے بھائی! میں جو کچھ ہوں اپنے اساتذہ اور اپنے مشائخ کی نظرِ کرم کا نتیجہ ہوں، میں کچھ نہیں ہوں، میں ایک درمیانی قسم کے زمین دار خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرا کوئی ایسا مذہبی Background (پس منظر) نہیں ہے، کہ میں کسی پیر کا یا کسی خانقاہ سے وابستہ رہا ہوں۔ میری تربیت میں حضور سیدی حافظِ ملت علیہ الرحمہ، بحر العلوم علیہ الرحمہ، ہمارے دوسرے اساتذہ اور میری روحانی تربیت میں حضور مفتی اعظم ہند کی نظرِ کرم کا بڑا دخل ہے، انھوں نے مجھے نوازا اور اس قابل بنایا کہ میں قوم کی خدمت کر سکوں اور کام کر سکوں۔

طاہر قادری: حضرت مفتی اعظم کا نام سنتے ہیں تو تڑپ جاتے ہیں کہ وہ اتنی بڑی شخصیت تھے، آپ تو ان کے مرید بھی ہیں، پھر خلافت بھی انھوں نے عطا فرمائی، آپ نے تو بہت قریب سے دیکھا ہوگا، حضرت کچھ بتائیے نا۔

علامہ اعظمی: جی ہاں! اہم جلسوں میں جو بڑے جلسے ہوتے تھے، کانفرنسیں (Conferences) وغیرہ؛ اس میں اکثر حضرت کی صدارت ہوتی تھی، اور میں ان کے ایما سے ان کے حکم سے بحیثیت خطیب یا خادم کی حیثیت سے شریک ہوتا تھا۔ ہندوستان کے بڑے جلسوں میں، کلکتہ ہے بمبئ کے اجلاس ہیں، یا مختلف شہروں کے ہیں، ان میں مَیں شریک ہوتا رہا حضرت کے ساتھ، لیکن دو سال میری زندگی کے بڑے قیمتی ہیں۔ اور وہ ہے ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء کا کچھ حصہ، اس میں حضور مفتی اعظم کا دورہ ہوتا تھا کلکتہ سے لے کر بمبئ تک، اس دورے کا اہتمام مفتی اعظم ناگپور کیا کرتے تھے اور اس میں مَیں بحیثیت خطیب ان کی خدمت میں ہوتا تھا۔ ہر شام کو جلسہ ہوتا اور ۲۴ ر گھنٹے ان کے معمولات کو دیکھنے کا، ان کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے موقع میسر آتا رہا۔ یہ بڑی سعادت کے ایام تھے میرے لیے، کہ سرکار مفتی اعظم کی نظر کرم سے مجھے بہت کچھ حاصل ہوا، محبت فرماتے تھے، ان کا حکم ہوتا تھا کہ تقریر کے لیے مجھے بلایا جائے، تو یہ سیکڑوں شہر، دیہات، قصبات جو ہیں مدھیہ پردیش کے اور مہاراشٹر کے ناگپور کے علاقے کے؛ اس زمانے میں ان کے (حضور مفتی اعظم کے) ساتھ دوروں کا موقع میسر آیا اور یقین مانیں کہ آدمی درس گاہ میں اس طرح نہیں سیکھتا جو خدمت کر کے سیکھتا ہے۔

طاہر قادری: کیا ہی خوب صورت بات کہی آپ نے، واہ! واہ! سبحان اللہ! اچھا! حضور یہ ارشاد فرمائیں علم دین حاصل کر لیا مگر اس کے بعد جو اگلا سفر ہے ایک طالب علم کا؛ جس نے درسِ نظامی مکمل کر لیا وہ کیا ہے؟ کیوں کہ بعض اوقات ہوتا یہ ہے کہ درس نظامی مکمل کر لیا تو بعض اوقات بندہ محسوس کر رہا ہوتا ہے کہ بس میں نے پڑھ لیا؛ تو کیا وہاں پڑھائی مکمل ہو جاتی ہے؟ یا آگے کچھ بڑی منزلیں ہیں جن کو طے کرنا (ہوتی) ہے؟

علامہ اعظمی: طالبِ علم کو گود سے لحد تک (من المھد الی اللحد)... اور جب آدمی کے ذہن میں یہ ہو کہ ہمیں سیکھنا ہے؛ تو اُس کی عمر کی کوئی (قید) نہیں ہوتی ہے اور طالبِ علمی کے زمانے میں جب آدمی پڑھتا ہے تو اساتذہ کی شفقتوں کے حوالے سے؛ اُس کی تربیت ہوتی ہے۔ پڑھنے کے بعد جب میدانِ عمل میں نکلتا ہے تو ٹھوکروں کے ذریعے ہوتی ہے؛ زمانہ بہت کچھ سکھا دیتا ہے اسے، ہم اب بھی پڑھ رہے ہیں، افراد کو بھی، شخصیات کو بھی، زمانے کو بھی، ماحول کو بھی، تہذیب کو بھی، کلچر کو بھی، روایت کو بھی، اقوام کے مختلف طرزِ عمل کو بھی، اب بھی ہم پڑھ رہے ہیں اور اسے سمجھ رہے ہیں۔ اور ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ جہاں بھی کانفرنسز ہوں یا خطابات ہوں، وہاں کی ضروریات کے مطابق گفتگو کی جائے۔ اپنی روایتی گفتگو تو ہم کرتے ہیں درس گاہوں میں؛ لیکن ہمیں دین کے حوالے سے جو دین کا صحیح تصور ہے وہ پیش کرنا بہت ضروری ہوتا ہے، ہم ایک مبلغ ہیں، ایک داعی دین جب کہیں جاتا ہے تو اپنے دین کا سفیر ہوتا ہے؛ وہ Ambassador (سفیر) ہوتا ہے۔ اسے اپنے کردار سے، اپنی گفتگو سے، اپنے طرزِ عمل سے، اپنے خطابات سے لوگوں کو متاثر کرنا ہوتا ہے اور اسلام کا صحیح رُخ پیش کرنا ہوتا ہے۔

طاہر قادری: سبحان اللہ! سبحان اللہ! اچھا! حضرت بعض علما یا دینی شخصیات اس تذبذب میں رہتے ہیں کہ بھئی رویہ کیا رکھنا ہے! وہ کہتے ہیں: بھئی اگر ہم اپنی عزت نہ کروائے تو لوگ کرتے نہیں ہیں، اور زیادہ وہ کروانے پر آجائے تو ایسا لگتا ہے کہ ایک بڑا Gape (فاصلہ) آ گیا ہے عوام میں، اور ان احباب میں۔

علامہ اعظمی: پتہ نہیں کہاں سے (فاصلہ) پیدا ہوا، ہم نے تو اکابر کو یہ دیکھا ہے کہ وہ اتنی بلندی پر ہونے کے باوجود بھی Down to Earth ہوتے تھے، انتہائی خاکسار، انتہائی نیازمند، اپنے چھوٹوں سے بے پناہ محبت کرنے والے ہوتے تھے۔ یہ اپنی عزت خود کروانے کا تصور اب پیدا ہوا

ہے۔ہمارے اساتذہ کے دور سے ایسی کوئی بات نہیں تھی۔اس لیے کہ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی اللہ کے قریب ہوتا ہے یا اخلاص سے خدمت کرے گا تو اللہ دلوں میں محبت خود ڈال دیتا ہے، احترام خود بہ خود پیدا ہو جاتا ہے۔ہمارے بہت سے اساتذہ اس لیے بہت زیادہ اہم ہیں کہ وہ اپنے طلبہ سے بریلی شریف میں موجود ہے؛ پوری دنیا میں عام ہو سکے لیکن وہ تنظیم کہاں ہو؟ اگر پاکستان میں تو ہندوستان والے نہیں جاسکتے، ہندوستان میں ہو تو پاکستان والے نہیں جاسکتے۔عرب ممالک اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ آپ کی کوئی تنظیم قائم کی جائے،تو یہ ہوا کہ اس کے لیے سب سے بہتر جگہ برطانیہ ہو سکتی ہے۔مگر برطانیہ میں کیسے آیا جائے؟ کیا شکل ہو؟ یہ کچھ بھی پتہ نہیں تھا کسی کو،مگر جب نیت خالص ہو،ارادہ مستحکم ہو،بھروسہ اللہ پر ہو تو وسائل خود پیدا ہو جاتے ہیں۔ہوا یہ کہ علامہ ارشد القادری نے ایک کتاب لکھی ”تبلیغی جماعت“ تو یہ کتاب لکھی انھوں نے برطانیہ کے ایک عالم کے سوال کے جواب میں، وہ ابھی موجود ہیں ڈربی میں،مولانا قاری اسماعیل ان کا نام ہے، بہت بوڑھے ہو گئے ہیں،انھوں نے پوچھا: تبلیغی جماعت سے ہم اختلاف کیوں کرتے ہیں؟ اس پر ایک پوری کتاب لکھی علامہ ارشد القادری نے،وہ کتاب چھپی، برطانیہ آئی،اس کو تبلیغی جماعت کے ایک امیر نے پڑھا،متاثر ہوا،انداز اصلاحی بھی تھا اور منطقی بھی تھا،اس نے کہا کہ: ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں،تو بڑی خوشی ہوئی قاری صاحب کو، انھوں نے فوراً Sponsor کیا،علامہ ارشد القادری وہاں (ہند) سے تشریف لائے۔آنے میں تکلیف ہوئی ان کو؛ اس لیے کہ اس زمانے میں ٹیلیفون نہیں تھا، ۱۹۷۳ء والے (زمانے) میں، ٹیلی گرام کے ذریعے خبر دی، ان کو ملی نہیں، وہ آئے ایئر پورٹ پر بیٹھے رہے، کہیں نہیں گئے۔انگلش جانتے نہیں تھے وہ، رات کو ایک پولیس والا آیا (کہا) بھئی کیوں بیٹھے ہو یہاں؟ تو انھوں نے اپنا پتہ دکھایا کہ یہاں جانا ہے، تو انگلش پولیس والے نے

کار کیا، ٹیکسی، اس کو Payment کیا اور ان کو بیٹھا دیا، اور کہا آپ جہاں جائیں وہاں پولس اسٹیشن میں اس کی رقم Pay کر دیجیے گا۔ وہ رات کو یہاں پہنچے، بہت ہی کام کیا، ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے وہ۔

صبح ہوئی تو کہا ٹھیک ہے تلاش کرو ایسے لوگوں کو جو کام کرتے ہیں یہاں۔ اس وقت دو پیر صاحبان تھے یہاں۔ پیر علاؤ الدین صدیقی اور پیر معروف صاحب۔ پہلے آپ وہاں گئے برمنگھم ڈربی سے قریب ہے، ان سے بات کی کہ ہمیں 'ورلڈ اسلامک مشن' قائم کرنا ہے، تو انھوں نے بڑی صفائی سے کہا کہ: ''حضرت ایسا ہے کہ ایک آدمی دو تحریک کا وفادار نہیں ہوسکتا، میری اپنی تحریک ہے۔ مگر آپ کے ساتھ میری تمام حمایتیں ہوں گی، جہاں بھی کام کریں گے جو بھی میری ضرورت ہوگی میں حاضر ہوں، لیکن شامل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد وہ بریڈفورڈ آئے اور پیر معروف صاحب قبلہ نے ان کو اپنے تبلیغ الاسلام کے مرکز میں چھوٹا سا ادارہ ہے، وہاں ایک گوشہ انہیں دے دیا، پھر انھوں نے (ورلڈ اسلامک) مشن کا تعارف پوری دنیا میں کروایا۔ اپنے انتہائی عظیم قلم کے ذریعے سے، رئیس التحریر تھے صاحب قلم تھے اور چند دنوں کے اندر یہ شہرت جو ہے پوری دنیا میں ہوگئی۔

علامہ ارشد القادری کو فکر یہ ہوئی کہ ہمیں کوئی جگہ حاصل کرنی چاہیے، چنانچہ کچھ لوگوں کو لے کر کے وہ پورے شہر میں گھومتے تھے بریڈفورڈ میں: For Sale کی تختیاں دیکھتے تھے، قیمتیں پوچھتے تھے، ایک چرچ بک رہا تھا میتھوڈسٹ چرچ (Methodist Church)، انھوں نے کہا: یہ بہت مناسب ہے کسی مرکزی ادارے کے لیے، چنانچہ وہ کچھ لوگوں کو لے کے چرچ کے پادری کے پاس پہنچے، اس کا مالک بھی تھا، کہا: ''یہ ہمیں خریدنا ہے قیمت کیا ہے؟'' قیمت پچاس ہزار پونڈ ہے۔ تو علامہ نے کہا کہ: ''ایسا ہے کہ ہم یہاں کوئی ڈانس گھر نہیں قائم کریں گے، کوئی بزنس نہیں کرنا ہے ہم کو، یہاں ہم جناب عیسیٰ کا تذکرہ کریں گے، وہ ہمارے بھی نبی تھے۔''

اس قدر نرمی سے انھوں نے کہا؛ اس نے دس ہزار فوراً کم کر دیا۔ اس طرح وہ عمارت چالیس ہزار میں طے ہوئی۔ علامہ کے پاس پانچ سو پونڈ تھے اسے بطورِ بیعانہ دے دیا۔ اب انہیں فکر ہوئی کہ چالیس ہزار پونڈ!! اس زمانے میں دس پندرہ پونڈ تنخواہ ہوتی تھی Weekly کی، یہ چالیس ہزار کیسے جمع ہوں گے؟ مجھے حضرت نے دیکھا تھا، مختلف کانفرنسز میں، الجامعۃ الاشرفیہ (مبارک پور) کو یونیورسٹی بنانے میں جو رول ادا کیا؛ تو اس میں ایک نمایاں رول تھا میرا، ممبئی اور مختلف جگہوں میں؛ اجلاس میں چندہ کرنا میرا ایک کام تھا، اسے دیکھا تھا انھوں نے، مجھے اسپانسر کیا، میں یہاں آ گیا، اور جس روز آیا ۱۷/ اگست تھا وہ ۱۹۷۴ء میں؛ تو مجھے ایئر پورٹ سے سیدھے جلسہ گاہ میں لے گئے۔ اُسی چرچ کے ہال میں جلسہ تھا، دو بڑے ہال تھے۔ ۱۷/ بڑے کمرے تھے اس میں، تو میں نے تقریر کی، اچھا مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہاں مزدور طبقہ ہے، میں یونیورسٹی میں مقرر تھا، چنانچہ علی گڑھ (مسلم یونیورسٹی) میں یا جامعہ ملیہ (دہلی) میں جیسی تقریر ہوتی تھی؛ ویسی تقریر کر لی مَیں نے۔ چہرے سے یا انداز سے یہ اندازہ نہیں ہوا کہ یہ لوگ مجھے سن رہے ہیں یا سمجھ رہے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے ایک ساتھی مولانا محمد سلیم صاحب وہ یہاں میاں محمد کے اشعار پڑھتے تھے، وہ کھڑے ہوئے اور پڑھنا شروع کیا، اور نعرے لگے، ارے! میں نے کہا: "مارا گیا۔" ہم نے افراد کو پہچاننے میں غلطی کی ہے۔

علامہ ارشد القادری بہت ناراض ہوئے کہ میں نے اتنی تعریف تمہاری کی تھی اور تم نے یہ کیا کِیا، کالج میں تقریر کر رہے تھے؟ میں نے کہا: حضور! ایسا بتا دیا ہوتا، اور اب وہ کل Digbim Hall برمنگھم میں جلسہ ہے، اگر پندرہ منٹ میں پندرہ نعرے نہ لگواؤں تو مجھے واپس کر دیجئے گا۔ خیر یہی ہوا مزاج سمجھ لیا تھا میں نے، الحمد للہ! عمارت کا قرض ادا ہونا شروع ہوا۔ اور اس کا قرض ادا ہو گیا، اب یہ کہ یہاں اسلامک مشنری کالج قائم کیا جائے، جس میں اساتذہ علامہ ارشد القادری خود تھے،

میں تھااوراس کے ممبر تھے،ڈاکٹر فاطمی تھے،مولانانشتر تھے،مولاناممتاز تھے،قاری اسماعیل تھے یہ ایک ٹیم بنی اساتذہ کی؛تعلیم شروع ہوئی۔اوراس میں آپ نے نام سنا ہوگاممتاز اورگل نواز کا؛یہ دونوں بہت بڑے تاجر ہیں ہوٹلوں کے،یہ دونوں اسٹوڈنٹ تھے ہمارے،تو وہاں سے کام شروع ہوااور پھرعلامہ ارشدالقادری رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ مشکلات پیش آئیں تنظیمی امور کے سلسلے میں؛ پھر وہ چلے گئے۔مجھے بھی لکھاتم بھی چلے آؤ، میں ۱۹۷۹ء میں واپس ہونے والاتھا کہ ہمارے یہ ساتھی بھائی غلام حسین کے والدمحترم؛ہوتایہ تھا کہ میں بریڈفورڈ سے ہر روز کسی ایک مقام پہ درس قرآن دیتا تھا،علما نہیں تھے اورلوگ ٹوٹ کے آتے تھے،اوردرس قرآن کی برکت یہ تھی جہاں جہاں درس دیا ہے میں نے وہاں مسجدیں بن گئیں؛تو یہ درس قرآن جاری تھا ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۹ء تک؛ میں ہر ہفتے کو بریڈفورڈ سے آتا تھا،اور بنگالیوں کی مسجد تھی،یہاں کوئی اپناادارہ نہیں تھاوہاں میں درس دیتا تھا،جب میں جانے لگاتو بریڈفورڈ کے لوگوں نے حاجی صاحب کوفون کیا،حاجی شفیع صاحب مرحوم کوکہ یہ جارہے ہیں،اگرآپ چاہیں توروک لیں،تو میرے پاس آئے،ڈاکٹر بشیر صاحب تھے،ڈاکٹر امانت تھے اور کہاکہ مانچسٹر چلئے، میں نے کہا: میں ایک بہت بڑاادارہ چھوڑ کر کے آیا ہوں،میرا اپنا ادارہ ہے ۱۹۶۴ء میں قائم کیا تھا،الجامعۃ الاسلامیہ(روناہی یوپی)،اس وقت وہاں پچپن اساتذہ ہیں، پانچ سوہاسٹل کے طلبہ ہیں،ایک سو سے زیادہ ہر سال عالم وحافظ فارغ ہوتے ہیں۔وہ ادارہ میرا تھا، اس کانقصان ہورہاتھا،میں نے کہاکہ مجھے جانے دیں،تو کہانہیں!یہاں آپ کی ضرورت ہے،اور عوام نے بھی مختلف شہروں کے زور دیا،میں نے کہا:ٹھیک ہے میں چھ مہینے قیام کرلیتا ہوں،اگر کچھ کام کی اُمید ہوئی تو ٹھہر جاؤں گا،پھر میں ٹھہر گیا۔اورایک مقام تھا بیلٹ اسٹریٹ(Bellot St.)Cheetham Hill میں دو بیڈروم کا،وہاں میں نے پڑھانا شروع کیا۔پنج وقتہ نمازیں بھی،۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۲ء تک پنج وقتہ نماز، دروازہ کھولنا، دروازہ بند کرنا، اذان دینا، وہ آدمی کہ جس

کے بغیر انڈیا کی کوئی کانفرنس مکمل نہیں ہوتی تھی مگر دین کے جذبے میں مَیں نے یہ سب کچھ کیا، اور ۱۹۸۲ء میں پھر ایک اور حافظ صاحب انڈیا سے بلائے گئے، تو اس طرح سے اس کام کا آغاز ہوا، اور بریڈفورڈ میں یقیناً تکالیف ہوئیں اور علامہ شاہ احمد نورانی تشریف لائے، علامہ عبدالستار نیازی آئے۔ یہ تھا کہ وہ عمارت جو خریدی گئی مشن کے نام پر یا کالج کے نام پر ایسا نہیں ہوسکا۔ اس لیے علامہ بھی چلے گئے اور میں بھی یہاں چلا آیا۔ ادارہ ہے، مسجد ہے، ہم خوش ہیں کہ کام ہو رہا ہے لیکن جو ہمارا منصوبہ تھا وہ وہاں مکمل نہیں ہوسکا، وہ خواب ہم نے یہاں پورا کیا، یہاں کالج بھی ہے، ادارہ بھی ہے اور مشن بھی ہے، ان شاء اللہ! جو آگے بڑھے گا، اور ہمارے ایسے رفقا ہیں جو کم از کم اس بڑھاپے میں میری خدمات کو فراموش نہیں کریں گے، میں یہ جانتا ہوں۔

طاہر قادری: سبحان اللہ! علامہ صاحب! یہاں ایک جملہ میں ضرور کہوں گا کہ آپ کی بات سن کر میں؛ تھوڑا سا میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، ایک وہ خطیب، خطیب بھی وہ جن کے بغیر کوئی کانفرنس بڑی مکمل نہ ہوتی ہو، پھر ان کا Passion (جذبہ) ہو، پھر وہ Crowd (مجمع) جو ہندوستان کا ہے حضرت، وہ تو ہم بھی جانتے ہیں تو وہ خطیب کو یہاں اپنے ایک مطلب، اپنے Passion (جذبہ) سے ہٹ کر یہاں اس کو چند لوگوں میں یہ کام کرنا، حضرت کتنا نفس پہ گراں گزرا ہوگا۔

علامہ اعظمی: کام کے لیے ذات کی نفی کرنی پڑتی ہے۔

طاہر قادری: کیا کہنے حضور! یہ پریکٹیکل کرکے دیکھا ہے آپ نے حضور!

علامہ اعظمی: (اپنی ذات کی) اس کی نفی کے بغیر اگر آپ اپنی انا کے کونے میں بند رہے تو آپ کوئی کام نہیں کرسکتے۔ پہلے آپ کو فنا کرنا ہوگا کہ دانا خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے، اس کے

بعد ہی کوئی کام ہوگا۔اب ہوا کیا؟ میں کیوں رُک گیا؟ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ادارہ سے کسی کو روک دیتا ہے، یہاں کسی کو بلا لیتا، اس کے بعد میرے دورے فارن میں شروع ہو گئے، ۱۹۷۴ء۔۱۹۷۵ء میں ہالینڈ میں سات مسجدوں کی تعمیر میں تعاون کیا،لوگوں کو یکجا کرنا، تنظیم قائم کرنا اور چندہ کی اپیل کرنا یہ میری ذمہ داری تھی، ایک کالج تعمیر ہوا ہے وہاں، اس کے بعد امریکہ میں جو ہیوسٹن کی مسجد آپ نے دیکھی یا سنی ہوگی ''النور مسجد'' وہ ہم نے تعمیر کروائی، کینیڈا میں ۱۱/ایکڑ زمین پر ۲۲/ملین کے سرمائے سے تعمیر ہو رہی ہے، آپ ذرا موبائل پر چیک کر سکتے ہیں اپنے سوشل میڈیا پر، ایسے ہی ناروے کی سب سے پہلی مسجد، ناروے سطح عالم ہے، عالم کی چھت ہے، اس کی پہلی مسجد ورلڈ اسلامک مشن نے بنوائی ہے۔یہ سارے کام یہاں بیٹھ کر ہوئے ہیں ۔ہندوستان سے نہیں ہو سکتے تھے،لیکن ان تمام کاموں کے لیے ایثار وقربانی کی ضرورت تھی۔نذرانوں کا دور نہیں تھا،خطابات کی قدر نہیں ہوتی تھی۔

علامہ ارشد القادری کا عالم یہ تھا؛وہ جن کے لیے لائن لگتی تھی دیکھنے کے لیے؛وہ ہر ہفتے یہاں بریڈ فورڈ میں ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۵ء تک روزانہ ہر سنیچر (Saturday) کو ایک وین بک کراتے تھے ۱۲/سیٹر، اور ہم کو بٹھاتے، چلو تقریر کرنے! کسی شہر میں جاتے، ہم سے تقریر کروالو! کسی مسجد میں چلے گئے، کسی ہال میں اس طرح کاموں کا آغاز ہوا۔

طاہر قادری: لیکن وہ بھی اپنی ذات کے لیے نہیں تھا حضور!

علامہ اعظمی: نہیں وہ تو کبھی نہیں تھا!

طاہر قادری: لیکن جبھی تو یہاں آج یہ بہاریں ہم دیکھ رہے ہیں، حضور! ماشاءاللہ، سبحان اللہ! سبحان اللہ!

علامہ اعظمی: ایک بھی مسجد زمین سے اُٹھائی ہوئی نہیں تھی؛ صرف ایک تھی وہاں چھوٹی سی ہے 'مسجد رضا' پریسٹن میں، بقیہ گھروں میں فیکٹریوں میں، آج الحمدللہ سیکڑوں مساجد ہیں، ادارے ہیں،اس میں شیخ الاسلام مدنی میاں کے تبلیغی دورے،قائداہل سنت کی بار بارتشریف آوری،علامہ ارشدالقادری کا ذہن اوران کاتعمیری اقدام؛ اوران کے ساتھیوں کی بے پناہ قربانیاں سب مل کے یہ سارا کام ہوا ہے۔علما بعد میں آئے ہیں،مشائخ بھی بہت بعد میں آئے ہیں۔

طاہر قادری: صحیح ہے۔حضرت آپ نہیں سمجھتے کہ یہ اس وقت اہل سنت کا Golden Era (سنہرادور) ہے،اس اعتبار سے کہ بھئی! سب کام تیار ہے، پھر بھی ہمارا دماغ نیچے نہ آرہا ہو، پھر بھی ہم تھوڑے سے ماحول کی جو تکلیف ہے وہ برداشت نہ کرسکیں،اب ہم کہیں کہ نہیں بھئی ہم سے کام نہیں ہوگا۔

علامہ اعظمی: تربیت کی کمی ہے، ہم نے حضور حافظ ملت کو دیکھا ہے، ہم نے سیدی مفتی اعظم ہند کو دیکھا ہے،حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اڑیسہ کو دیکھا ہے،علامہ ارشدالقادری کو دیکھا ہے، بحرالعلوم علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی کو دیکھا ہے،ان کے پاس نفس نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

طاہر قادری: حضرت ایک بڑا تلخ جملہ کہنے لگا ہوں آپ اصلاح فرمائیے گا میری، مجھے کسی نے پچھلے دنوں کہا کہ دیگر مکاتب فکر کے جو بزنس مین لوگ تھے انھوں نے پیسہ دیا ان کے مولوی کے ہاتھ میں تو مولوی نے مساجد ومدارس قائم کیے اور ہمارے اہل سنت کے جو سیٹھ تھے بڑے لوگ تھے الاماشاءاللہ! انھوں نے پیسے دیے پیر کے ہاتھ میں،انھوں نے نہ کسی کو پڑھنے دیا، نہ خود پڑھا،اور جو ہے نا محافل کی طرف بے مقصد جو ہے، بامقصد محافل بھی ہوتی ہیں آپ یقیناً جس

دور سے گزر کر آئے ہیں، میں فی زمانہ بات کر رہا ہوں، آپ کیا کہیں گے اس بارے میں؟

علامہ اعظمی: بات دراصل یہ ہے کہ کوئی تھوڑا بھی کام کرے تو ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے؛ ان (مشائخ کرام) کے آنے کا بھی اثر ہوا ہے، کم از کم مسلک پیرانِ کرام نے محفوظ رکھا، روایت، یعنی ہماری کلچرل بھی اور دینی روایت بھی، جو شعائر ہیں؛ وہ کام کیا انھوں نے، ہمیں اس کو دیکھنا ہے، یہ نہیں دیکھنا ادارے قائم نہیں ہوئے؛ ان کی ذمہ داریاں نہیں تھیں، یہ پوری قوم کی ذمہ داری تھی، تو آج جو نکھری ہوئی سنیت ہے، اس میں جہاں علامہ ارشد القادری اور علامہ شاہ احمد نورانی کا ہاتھ ہے؛ وہاں پیرانِ کرام کی تشریف آوری کا بھی بہت نمایاں رول ہے۔ کبھی مجھے سے لوگ کہتے ہیں کہ مولانا! یہ جوان آپ کے ساتھ نہیں ہیں، میں نے کہا کہ نہیں، ہیں! اس کی وجہ یہ ہے کہ Generation Gape کو پاٹ نہیں سکتے؛ جب ہم آئے تھے تو جو لوگ ہمارے ساتھ تھے، غلام حسین کے والد تھے، ان کے چچا تھے، ان کے اور ایک چچا تھے، کچھ اور بوڑھے تھے، جو ہماری جنریشن کے تھے، انھوں نے ہمارا ساتھ نبھایا، اور اب جو نوجوانوں کی جنریشن کے لوگ ہیں، نوجوان ان کا ساتھ دے رہے ہیں؛ یہ ایک فطری اور نیچرل عمل ہے۔

طاہر قادری: حضرت! آپ محسوس کرتے ہیں کہ حلم، تدبر کچھ کم ہے، یعنی اہل سنت کے وسیع تر مفاد میں بندہ اگر Broad Minded ہو، اس حوالے سے سوچے کہ نہیں یار دین کا نقصان ہوسکتا ہمارے اس جھگڑے سے۔

علامہ اعظمی: اُلجھے ہیں انا کی چادر میں - یہ ایک مجبوری ہے اور اس کا کچھ اثر ماضی سے متعلق ہے، پاکستان کی سرزمین پر خانقاہوں کا جو کنٹرول ہے وہ آپ جانتے ہیں۔ ہندوستان میں ایسا نہیں ہے، ہندوستان میں کوئی بھی عالم کسی پیر کے تحت نہیں ہے، مشائخ ہماری خدمت کرتے ہیں، نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اور ہم ان کا احترام کرتے ہیں، یہاں دوسری بات ہے، یہاں

پنجاب کے اور سندھ کے وڈیروں کی طرح سے پیروں کی بھی وڈیرا شاہی ہے، اس علاقے کا جو مولوی ہے وہ مجبور ہے کہ اپنے پیر کی جائز ناجائز خواہشات کا احترام کرے۔ کبھی اقبالؔ کے اشعار پڑھ کے مجھے غصّہ آتا تھا کہ ایک طرف عشقِ رسول ﷺ کا دعویٰ ہے، ایک طرف شب بیداری کی بات ہے، یہ رات کا اقبالؔ اور ہے دن کا اقبالؔ اور ہے۔ رات کی اقبالؔ میں وہ مشائخ کی بارگاہ میں قدم بوس ہوتا ہے اور دن کے اقبالؔ میں تنقید کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے روشن
ہم کو تو میسر نہیں مٹّی کا دیا بھی
ہو نِکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے
یہی شیخِ حرم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہرا

بہت غصّہ آتا تھا اقبالؔ پر، یہاں آنے کے بعد بات سمجھ میں آئی؛ جن پیروں کو انھوں نے دیکھا تھا وہ جذبات صحیح تھے ان کے، تو یہ تھوڑا سا فرق ہے۔ زمین داریاں ہیں، ایک زمین کی زمین داری ہے اور ایک خانقاہوں کی ہے، اور اس زمین داری کی زنجیروں سے ہمارے علما آزاد نہیں، ان علما جو نوجوان ہیں یہ سوچیں اگر ہمارا وہ کر سکتا ہے بڑا؛ تو ہم کیوں نہیں کر سکتے۔

طاہر قادری: حضرت بہت اہم سوال کر رہا ہوں؛ اس پر آپ ضرور کرم فرمائیے گا، کم و بیش چودہ سو سال سے اہل سنت کے جو عقائد ہیں؛ مسلمہ ہیں وہ تو طے شدہ ہیں؛ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اہل سنت کے گھرانوں میں اب تفضیلیت بڑھ رہی ہے؛ یا کہیں نہ کہیں تفضیلیت نظر آرہی ہے۔ وہ کون سے عوامل ہیں جن کی وجہ سے یہ چیزیں ہو رہی ہیں، اور ہمیں کہیں ناصبیت کی بو بھی آتی ہے؛

حضرت اہل سنت تو ہمیشہ معتدل رہے ہیں، ہمیشہ صحابہ اور اہل بیت سے محبت کرنے والے؛ اور دونوں سے محبت حضور ﷺ کی وجہ سے (ہے) اس کا بھی اہتمام (ہے)، تو آخر آج کیا یہ بات ہوگئی؟ وہ کون سے لوگ آگئے ہیں کہ جو یہ کام کر رہے ہیں؟

علامہ اعظمی: حضرت ایسا ہے کہ میں روافض سے مناظرے کے حق میں کبھی نہیں تھا؛ میں نے لکھا ہے، تقریروں میں اپنا عقیدہ سمجھایا ہے، درس گاہوں میں سمجھایا ہے، لیکن مناظرے سے میں دور رہا ہوں، اس کی وجہ جانتے ہیں کیا ہے؟ ہم جب بات کرنے گئے تھے اہل بیت پاک کے بارے میں تو انتہائی مؤدب ہوں گے؛ وہ جب صحابہ کے بارے میں بات کریں گے تو گالیاں دیں گے، یا تو آپ کے اندر اتنا ظرف ہو کہ گالیاں برداشت کرلیں یا پھر نہ جائیں؛ اسی لیے ہمارے اکابر نے ان سے مناظرے نہیں کیے، ہاں تحریریں کیں، ہزاروں تحریریں ہیں، خاص طور پر امام اہل سنت کی؛ سب سے پہلے رافضیوں کے خلاف تحریک کا آغاز کیا۔

اب جو پریشانی ہم کو یہ ہے جن جن لوگوں نے چالیس چالیس سال تک کام کیا اور شہرت ہوئی ردّ روافض میں، ایک دَم وہ کیسے بدل گئے، اور ان کے بدل جانے سے اہل سنت نے چھوڑ دیا ان کو، اس میں ایک خوف ہے ثبوت نہیں ہے میرے پاس، کہ کہیں ایران کا عمل دخل تو نہیں ہے! خدا کرے میرا یہ ذہن غلط ہو، اس لیے کہ آدمی شہرت رکھنے کے بعد تنہائی برداشت نہیں کرسکتا، وہ تنہائیاں کیسے برداشت کر رہے ہیں، یہ وہ طبقہ ہے جو تفضیلی کی طرف مائل ہوا ہے، اور جو ناصبیت کی طرف مائل ہوا یہ ردّ عمل ہے۔ جب آپ کوئی ایسی بات کہیں گے جو ہمارے مخادیم کے خلاف ہوگی تو یقیناً ردّ عمل تو آئے گا، یہ دو انتہائیں ہیں، تو ہمیں ان دونوں انتہاؤں سے بچ کر کے مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی روایت کو باقی رکھنا ہے، اور یہ بڑی سنجیدگی سے، بڑی دیانت سے اور بڑے ہی حسن عمل کے ذریعے سے یہ کام کرنا ہوگا، ورنہ بکھر

جائیں گے، مزید بکھر جائیں گے۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے کچھ ایرانی ملنے آئے تھے، شاید آپ نے دیکھا ہوگا، اور انھوں نے کہا کہ اتحاد ہونا چاہیے، ہم ایک قوم ہیں، ایک ملت ہیں، عالمی حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں متحد ہونا ہوگا، تو انھوں نے بڑی سچی بات کہی تھی، اگر چہ لوگ انہیں کمزور سمجھتے ہیں مگر بڑے طاقتور ہیں اس معاملے میں، انھوں نے کہا کہ پہلے آپ ان زبان درازوں کو روکیں جو صحابہ کے خلاف بولتے ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کی قوم کے لوگ پاکستان میں صحابہ کو گالیاں دیں اور ہم برداشت کرلیں۔ اگر آپ اتحاد چاہتے ہیں تو پہلے ان لوگوں کو روکیے، اس کے بعد ہم سوچیں گے، یہ کہا انھوں نے (مفتی منیب الرحمٰن نے)، اس کے بعد وہ خاموش ہوگئے، یہ کہا کہ دیکھیے ایسا ہے کہ سب ہمارے کنٹرول میں نہیں ہے، اس لیے کہ جیسے آپ کے یہاں بہت سے فرقے ہیں، ویسے ہمارے یہاں بھی ہیں، یہ کہا کہ پھر آپ ایک اعلان جاری کردیں کہ ہم صحابۂ کرام کا احترام کرتے ہیں اور اپنی قوم کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ صحابہ کے بارے میں کچھ نہ کہے، ایک بیان تو جاری کیجیے، کم از کم ہمیں معلوم تو ہو کہ آپ اتحاد کے قابل ہیں یا نہیں ہیں! یہ جواب مفتی منیب کا تھا، ابھی چند مہینے پہلے کی بات ہے۔

طاہر قادری: حضرت اس بارے میں یہ ارشاد فرمائیں کہ اس دور میں آپ تحقیقاتِ اعلیٰ حضرت کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت کے جو ہم فالورس ہیں اور اعلیٰ حضرت کی تعلیمات پر اس دور میں بھی کاربند رہنا کتنا ضروری ہے؟

علامہ اعظمی: میں ان سے یہ عرض کروں گا کہ تحقیقاتِ اعلیٰ حضرت میں کوئی ایک بات ایسی دیکھا دیں جو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو۔ انھوں نے پڑھا نہیں اعلیٰ حضرت کو، صرف سنا ہے انھوں نے، اور اگر کوئی ایسی بات آپ کو نظر آتی ہے جیسے کتابت نسواں کے حوالے سے؛ تو یہ ان کا اپنا قول نہیں ہے؛ ہر دور کے مجتہدین اور فقہا کا قول ہے، وہ تو ناقل ہیں محض، ان کی فکر میں

اگر آپ کوئی ایسی بات دیکھا دیں جو آپ کی سمجھ میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو تو بتائیے گا آپ ہمیں، اگر وہ عقائد سے متعلق ہے تو اس میں کوئی ترمیم تو ہم نہیں کر سکتے! آپ بھی نہیں کر سکتے، چاہے مطابق ہو یا نہ ہو، چاہے زمانہ ساتھ دے یا نہ دے، ان کا موقف تو یہ تھا کی دنیا یہ کہتی ہے:

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ساز

ان کا قول یہ تھا ''زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز''؛ چلو ادھر کو ہوا جدھر کی ہے؛ یہ دین تو نہیں ہے نا، اپنے دین کو بچانے کے لیے ہواؤں کے خلاف جنگ کرے تو دین ہے وہ، اور اعلیٰ حضرت کا احسان عظیم ہے کہ انھوں نے فقہ حنفی کو، عقائد اور علمِ کلام کو محفوظ کر دیا ہے قیامت تک کے لیے، جو ایک انچ بھی ان سے ہٹے گا وہ کہاں جا کے ڈوب مرے گا اور مر رہے ہیں لوگ؛ اس کا اندازہ آپ نہیں کر سکتے، آپ ہی کے سرزمین کے ایک شخص نے کتنا شہرہ حاصل کیا تھا، ہم نے خود اسے بلایا تھا حجاز کانفرنس میں، مختلف ملکوں میں دورے کی دعوت دی ہم نے، آج ہم دور ہیں اور امتِ مسلمہ کا ۹۰ رفی صد طبقہ دور کیوں ہے؟ اعلیٰ حضرت سے ہٹنے کی بنیاد پر، تو انھیں مرنے دیجیے، جو لوگ اعلیٰ حضرت سے دور ہوں گے وہ اپنے طور پر ختم ہو جائیں گے۔

طاہر قادری: یعنی کوئی یہ کہے کہ اعلیٰ حضرت کی فکر پر میری آنکھیں بند ہیں تو یہ بات کوئی معترضہ تو نہیں ہے؟

علامہ اعظمی: بند کیوں ہے؟ دیکھیے ایسا ہے کہ اگر وہ کوئی روایتی پیر صاحب ہوتے جن کے اِرد گرد افسانوں اور کہانیوں کا حلقہ ہوتا ہے، اور اس سے آپ انہیں مانتے، تو یہ آنکھیں بند کرنے والی بات ہے۔ جیسے جھوٹے پیر و کرامت وغیرہ ہیں؛ اعلیٰ حضرت نے ایک ہزار کتابیں چھوڑی ہیں، ان کو

پڑھ کے فیصلہ کیجیے، ان کی شخصیت کو جاننے کے لیے کوئی ایسا ہالہ تیار نہیں کیا گیا ہے جو جھوٹ پر، یا کرامات پر، یا روایات پر مبنی ہو؛ انھوں نے اپنی ذات کو نہیں دین کو پہنچوانے کے لیے ہر طبقے میں اور ہر نقطۂ فکر کے اعتبار سے کتابیں چھوڑی ہیں، تحریریں چھوڑی ہیں، دلائل چھوڑے ہیں انھوں نے، کوئی بھی مولوی جسے شبہہ ہو مجھ سے گفتگو کر لے۔

طاہر قادری: جی! یہ ہوئی نا بات، حضرت آجائیں بس میدان میں! یہ بہت سادگی سے لیکن بات بہت بڑی کہی ہے، اور اعلیٰ حضرت کے حوالے سے یہ بات کوئی عام خطیب نہیں کہہ سکتا، یہ وہ کہہ سکتا ہے کہ جس نے اعلیٰ حضرت کو اس انداز سے پڑھا ہو کہ سمجھا بھی ہو، اور سمجھانا بھی جانتا ہو۔ حضرت! ایک بات بتادیں مجھے آج کہ: ساٹھ، ستر سال سے آپ کام کر رہے ہیں اور جدو جہد کر رہے ہیں؛ تو آپ نے اس وقت یہ انتظار نہیں کیا کہ پہلے اتحادِ اہل سنت ہو پھر ہم کام شروع کریں؟ کہ ہوسکتا ہے اتحاد اہل سنت یا ہمیں اس کا انتظار کرنا ہے یا کام کرنا ہے؟

علامہ اعظمی: اتحاد کی جب بھی ہم نے کوشش کی انتشار بڑھ گیا؛ اس لیے کہ اگر آپ اتحاد کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ کسی ایک گروپ کا ساتھ دیں گے جو حق پر ہوگا، دوسرا گروپ ناراض ہو جائے گا۔ اور آپ ایک نیا گروپ پیدا کرلیں گے، اس لیے میرا موقف ہے کہ جو جس دائرے میں ہے اس کو وہ کام کرنے دیا جائے اور سب ایک دوسرے کا خیال رکھیں، احترام کریں تو لاشعوری اتحاد ہو جائے گا، یعنی آپ تنقید مت کریں، کسی کے اندر کمزوری ہوگی میرے اندر بھی بہت کمزوریاں ہیں، اور جہاں تک میری مثبت فکر ہیں یعنی Positive فکر ہیں؛ اس کا ساتھ دیں، جہاں آپ کو اختلاف ہو خاموشی سے چپ رہیں، یہاں کیا ہو گیا ہے، ہمارے اکابر بھی اختلاف کرتے تھے، میں دو واقعات آپ کو سناؤں، بہت زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ بہت اچھا انٹرویو کر رہے ہیں،

مجھے معلوم ہی تھا کہ آپ اتنے خوب صورت آدمی ہیں، خوب صورت فکر ہے، مجھے لگا تھا کہ شاید آپ نعت خوانی کے حوالے سے کچھ بات کرنے آئے ہیں، تو میں آپ کو بتاؤ۔

پہلا واقعہ

حضور غزالی دوراں علامہ کاظمی علیہ الرحمہ اور محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد میں کچھ علمی اختلافات تھے، آپ جانتے ہیں اور علما بھی جانتے ہیں، تو اختلافات تھے، دورے کا ایک طالب علم پیر دبار ہا تھا حضرت کا، اس نے کہا کہ حضرت سعید احمد نے ایسا لکھ دیا آپ کے خلاف، وہ غصّے سے اٹھ بیٹھے، یہ کس کا نام لیا تم نے، غزالی دوراں علامہ سعید احمد کاظمی کا نام لیا تم نے، نکل جاؤ یہاں سے، بڑی خوشامدکی، کہا! نہیں تم خوشامدی ہو، تم گستاخ ہو، تمہیں عالم نہیں ہونا چاہیے، نکال دیا انھیں، پہلے اگر کوئی تنقید کرتا تھا کسی معاصر پر، تو لوگ روک دیتے تھے، اور اب خوش ہوتے ہیں کہ یہ ہمارا بندہ ہے، پہلے علما میں اختلاف ہوتا تھا تو علما کی حد تک ہوتا تھا، ہم نے ہندوستان میں دیکھے ہیں اختلافات، لیکن اب جو اختلاف ہوتا ہے فوراً بازار میں چلا جاتا ہے، جاہلوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے، اور میڈیا پر آجاتا ہے، سوشل میڈیا پر، اور گالیاں ہوتی ہیں۔ یہ بڑا خطرناک رجحان ہے، اگر آپ کا کسی سے اختلاف ہے تو اپنی ذات تک محدود رکھیے آپ، اس سے زیادہ نہیں، ورنہ نقصان بڑھتا جائے گا، اور کاش! یہ بات ہم سب لوگ اچھی طرح سمجھ جاتے بڑے سے بڑے معاملات میں۔

دوسرا واقعہ

حضرت محدث اعظم پاکستان دیہات میں گئے تقریر کرنے، دیہاتیوں نے بلایا حضرت کو، اور کھانا بھی دیہاتی تھا، پیدل گئے اور پیدل واپس آرہے تھے، ایک طالب علم تھا، اس نے کہہ حضور! بڑے عجیب لوگ ہیں یہ، آپ بوڑھے آدمی کو پیدل لے گئے، پیدل واپس کیا، سواری بھی نہیں، کھانا بھی کوئی خاص نہیں، کوئی نذرانہ بھی نہیں، حضرت کھڑے ہو گئے، رونے لگے، سن لیجیے اور

سنائیے لوگوں کو، اور کہا کہ میاں احسان مانو ان کا، بڑا احسان کیا میرے اوپر، بڑا احسان کیا انھوں نے، تین بار کہا: بڑا احسان کیا، مجھے بلایا، روشنی کی، فرش بچھایا، اپنی برادری کو بلایا، اور میں نے تو اپنے محبوب کی تعریف کی ہے، ان کا کیا کیا میں نے، کام یہ ہے، یہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ میں نے تو اپنے محبوب کی تعریف کی ہے، تو یہ اخلاص تھا ہمارے اکابر کا۔

طاہر قادری: یعنی آج بھی وہ اخلاص شامل کرلیا جائے حضرت تو کچھ مشکل نہیں ہے!

علامہ اعظمی: بہت کام ہوگا، پوری دنیا آپ کی ہوگی، آپ کی روایت اتنی پرکشش ہے، آپ کی محافل اتنی پرکشش ہے کہ لوگ ٹوٹ پڑیں گے، لیکن ہمیں اپنی اصلاح کرنی ہے۔

طاہر قادری: حضور! یہ سوال تو سادہ سا ہے لیکن اس میں یقیناً بہت کچھ ہمیں سیکھنے کو ملے گا، وہ کون سے شعبہ جات ہیں جس میں اہل سنت کو اس وقت توجہ کی ضرورت ہے۔

علامہ اعظمی: دعوت واصلاح کا شعبہ کمزور ہے لیکن، How to approch the people لوگوں سے آپ کیسے بات کریں، دعوت کیسے دیں، قرآن پاک نے جو اُصول مقرر کیے ہیں، وہ ہمارے اندر نہیں ہے، مثال کے طور پر اُمت مسلمہ کی ۹۰ رفی صد آبادی عقائد کو سمجھتی نہیں ہے، وہ Border Line پر ہے، وہ دونوں طرف ہے، اب آپ اپنی دعوت اور پیار سے جس کو اپنے قریب کرلیں گے وہ آپ کا ہوگا، ہم یہ نہیں کر رہے، وہ طبقہ جو عقائد کو سمجھتا نہیں ہے اور محض روایتی بنیاد پرستی کے ساتھ ہوگیا ہے؛ اس طبقے کو محبت سے قریب لانا ہوگا، اور یہ اُصول قرآن نے خود دیا ہے، قرآن عظیم نے فرمایا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (سورۃ آل عمران: ۱۵۹)

”اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے۔“

اور اگر سخت دل ہوتے تو پھٹ جاتے آپ سے، اپنے رب کی طرف حکمت اور مواعظِ حسنہ سے بلاؤ اور اگر اختلاف کرنا ہو تو بطریق احسن کرو۔ جدال اور حسن یہ جمع کیا ہے قرآن نے، اختلاف کو گندگی اور نجاست نہیں بنانا ہے، پیار ایک ایسی قوت ہے کہ جس سے آپ شیر کو بھی اپنا مطیع و فرماں بردار کر سکتے ہیں۔ محبت دیجیے اور اپنے عقائد کو سمجھائیے۔ ہر ایک کو ٹھوکر نہ لگائیے، دور نہ کیجیے اپنے سے، ہاں! جو عقیدے کو سمجھتا ہے اس کے باوجود وہ قائم ہے؛ ان کی عبارات پر، جس پر فتویٰ ہے تو وہ ہمارا نہیں ہے۔ لیکن جو عقیدے کو نہیں سمجھتا، وہ صرف ان کے ساتھ لگا ہوا ہے، اس کو ہمیں اپنے ساتھ رکھنا ہے، اور اس کے لیے حضور سید العلماء سید آل مصطفیٰ صاحب (سجادہ نشین مارہرہ شریف)؛ انھوں نے ایک بات کہی تھی کہ گٹر میں تمہارا پیسہ گر گیا ہے، نکال کے ہاتھ دھولو، تمہارے جو افراد دوسروں کے پاس پہنچ گئے ہیں، ان کو اپنے قریب کرلو، اور پھر ان سے دور ہو جاؤ۔

طاہر قادری: حضرت وہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب کسی کو برا نہیں کہتے ہیں، صلح کلیت یہ مرض بڑھتا جا رہا ہے۔

علامہ اعظمی: اگر کسی کے بارے میں اس کے عقیدے کے بارے میں معلوم ہو جائے جو کچھ لکھا ہے دیابنہ نے یا وہابیہ نے؛ ان تحریروں کو وہ جانتا ہے، سمجھتا بھی ہے، پھر ان کے ساتھ ہے تو ویسا ہی ہے پھر وہ، وہ اگر کہتا ہے کہ ہم سب کو اچھا سمجھتے ہیں، وہ خود برا ہے سب سے زیادہ۔

عشق اعجاز شرکت کا قائل نہیں
یا زمانے کا بن یا محمد ﷺ کا بن

یا تو رسول اللہ ﷺ کا ہونا ہوگا، یا دنیا دار ہو جاؤ۔ (بلکہ میں کہوں گا صرف رسول اللہ ﷺ کے ہو جاؤ کہ یہی کامیابی ہے۔)

طاہر قادری: حضرت! باتیں بہت ساری ہیں مگر آخر میں میں دو باتیں آپ سے صرف پوچھنا چاہتا ہوں، آپ کا یقیناً وقت بہت قیمتی ہے، مگر آپ نے بہت کرم فرمایا، واللہ کہہ رہا ہوں کہ بہت سارے انٹرویوز کیے، یہ اتنا کمال (کا) ہے اور اتنا مزا آرہا ہے کہ میرا دل تو نہیں چاہ رہا ہے کہ اس کو یہاں ختم کیا جائے، لیکن حضرت کی صحت اور ظاہر سی بات ہے جو حضرت کی مصروفیات ہیں؛ ان کو دیکھتے ہوئے میں Wind Up (اختتام) کی طرف جارہا ہوں؛ حضور ایک بات یہ ارشاد فرمادیں کہ ہر والدین چاہتے ہیں جو اہلِ ایمان ہیں، اہلِ محبت ہیں؛ کہ ہمارے بچے بھی صحیح روش پہ رہیں؛ تو کس طرح قرآن سے رشتہ مضبوط ان کا ہو اور کس طریقے سے حضور ﷺ کی محبت ان کے سینوں میں، دلوں میں موجزن ہو جائے؟

علامہ اعظمی: کچھ کام ہم کر رہے ہیں، کچھ کام آپ کر رہے ہیں، ہم دونوں کو اپنے اپنے کام کا Critical (تنقیدی) تجزیہ کرنا ہوگا، ہم کیا کام کر رہے ہیں، ہم پڑھا رہے ہیں اور پڑھانے میں ہمارا مزاج؛ ہماری درجنوں تقریریں ایسی ہیں؛ تقریریں کھنگالیں آپ؛ بہت سی تقریریں ایسی مل جائیں گی، جس میں ہم نے یہ کہا ہے کہ: صرف درس گاہ کی تعلیم کافی نہیں، درس گاہ اور خانقاہ دونوں کا اتحاد ضروری ہے، اور یہ ہمیشہ رہا ہے، یہ کچھ سالوں سے یا ایک آدھ صدی سے یہ رشتہ ٹوٹا ہے؛ ورنہ جہاں خانقاہیں تھیں وہاں درس گاہیں بھی تھیں۔

ایک تو درس گاہ اور خانقاہ کا رشتہ مضبوط ہونا چاہیے تا کہ خانقاہ کی آبرو بھی باقی رہے اور درس گاہ بھی چلتی رہے۔ اور دوسرا یہ کہ ایجوکیشن صرف نام مدرسی یعنی درس گاہی تعلیم کا نہیں ہے، ایجوکیشن ایک بڑا عظیم تصور رکھتا ہے، درس گاہ میں جو بچہ پڑھے اس کی تربیت گھر پر ہو، ماں باپ یہ جانیں کہ جو یہ پڑھ کے آیا ہے اس پر خود عمل کر رہا ہے یا نہیں کر رہا ہے، ماں باپ بھی اس پر عمل کریں، باپ یہ کرے کہ اپنا بچہ مسجد جائے تو خود بھی جا کر نماز پڑھے،

چھوڑ کر چلا نہ جائے ۔ وہ سوچے گا کہ نماز ضروری ہے تو میرا باپ بھی پڑھتا، تو ایسا نہ کریں، گھر میں سچ بولیں تا کہ بچہ جھوٹ کا عادی نہ ہو، گھر میں اسلامی اخلاق و روایات کو پیدا کریں، آپ کیوں مسلمان ہیں؟ مجھے بتائیے، کیا آپ کے بچپنے میں والدۂ مخدومہ کی گود میں کوئی سمجھانے گیا تھا کہ خدا ایک ہے ۔ آپ مسلمان اس لیے ہیں کہ آپ ایک اسلامی ماحول میں پروان چڑھے ہیں، ہم جب صبح کو اٹھتے تھے تو مسجد سے اذان کی آواز آتی تھی، ماں دعا کر رہی ہوتی تھی، باپ تسبیح پڑھ رہے ہوتے تھے، بھائی وضو کر رہا ہوتا تھا، بہن قرآن کھولے بیٹھی ہوتی تھی، ایک روحانی ماحول ہوتا تھا، جس نے ہماری تشکیل کی، یہ ماحول ہر گھر میں ہونا چاہیے، اگر لوگ اپنے بچوں کو بچانا چاہتے ہیں،

ہوتا یہ تھا کہ پہلے درس گاہیں محفوظ تھیں؛ چاہے وہ سیکولر درس گاہیں ہوں یا دینی؛ وہاں کچھ اخلاق و آداب تھے، مگر اب درس گاہیں سب سے زیادہ Poison کر رہی ہیں؛ بازار ہمیشہ برا ہے، لے دے کے گھر بچا تھا گھر میں ٹی وی ہے، موبائل ہے اور چیزیں ہیں جس نے برائیوں کو ہمارے شبستاں تک داخل کر دیا ہے۔

باپ بیٹھا ہے، بچہ اپنی مرضی سے دیکھ رہا ہے جو کچھ دیکھنا ہے، باپ نہیں جانتا کیا ہو رہا ہے اس کے ساتھ، ان حالات میں ہمیں گھر کے ماحول کو پاکیزہ بنانا ہوگا اور نگرانی رکھنی ہوگی، اور خود اپنے عمل کے ذریعے سے اپنے بچوں پر یہ اثر چھوڑنا ہوگا کہ ایک مسلمان کیسا ہوتا ہے، گھر، اسکول اور دعوتی نظام اگر یہ منظم ہو جائیں تو اس برائی پہ قابو پا سکتے ہیں، جہاں تک عشقِ رسول ﷺ کی بات ہے یہ ایک عاطفۂ قلبی ہے، اس کا تعلق درس گاہ سے نہیں ہے، اس کا تعلق دل سے ہے، دل ایک مکان ہے، اس کو اگر آپ خالی رکھیں گے تو کوئی بھی بیٹھ جائے گا آ کر کے؛ کوئی گھس پیٹھیا بھی بیٹھ جائے گا، لیکن دل کو اگر آپ نے عشقِ مصطفیٰ سے بھر دیا تو وہاں کوئی نہیں آئے گا، تو یہ کام آپ کر رہے ہیں، اس لیے میں نعت خوانی کو سپورٹ کرتا ہوں، جو چیز مجھے ناپسند ہے، اس کو بازار بنانا ہے،

یا خود نعت خوانوں کا بد عمل ہونا ہے، رات بھر نعت خوانی ہو رہی ہو رہی نماز نہیں پڑھ رہا، مسجد بغل میں ہے نماز نہیں پڑھ سکا، تو یہ رویہ جو ہے Celebrity Culture تو بن جائے گا، دینی کلچر نہیں بنے گا، تو ہمارے نعت خوانوں کو بھی یہ محسوس کرنا چاہیے کہ ہم عشقِ رسول ﷺ کی دعوت دے رہے ہیں؛ ہم دلوں میں پیمانۂ محبت رسول ﷺ اُتار رہے ہیں، ہم مے کدۂ رسول سے انہیں پلا رہے ہیں، تو ہمیں خود بہت بہتر ہونا چاہیے، یہ بات اگر پیدا ہو جائے اور اس کو بازار بنانے کے بجائے دعوتی اور تبلیغی سسٹم بنا دیا جائے تو کوئی خرابی نہیں ہوگی، جو رزق آپ کا ہے اللہ آپ کو دے گا، جو مقدر ہے اس میں کوئی کمی نہیں آئے گی لیکن آپ کو سرکار ﷺ کا کرم میسر آئے گا بوصیری کی چادر کی طرح سے؛ اگر آپ نماز اور روزہ اور دین کے تقاضوں کو اور اخلاقی قدروں کو سامنے رکھ کر کے بازار بنائے بغیر یہ کام کریں؛ بہت بڑا دعوتی نظام ہے یہ۔ ہمارے بچپن میں بچے فلمی گانا گاتے تھے، اب آپ کی ہی طرح نعتیں پڑھتے ہیں وہ؛ یہ تبدیلی معمولی نہیں ہے، تو یہ ہونا چاہیے، مگر اس کے ساتھ جو کمزوریاں ہیں اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔

طاہر قادری: اور یہ علمائے کرام ہی فرمائیں گے؟

علامہ اعظمی: ہم اگر عرض کریں گے تو آپ ناراض ہو جائیں گے؛ اس لیے آپ خود دیکھیے۔

طاہر قادری: حضور! ہمارا یہ ادارہ اسلامک ڈیجیٹل اسٹوڈیو جو یہ سوشل میڈیا کے ذریعے کوشش کر رہا ہے کہ دنیا میں اسلام کی صحیح تعلیمات کو عام کیا جائے، فقہ کے حوالے سے بھی پروگرام چل رہے ہیں، قرآن و حدیث کی تعلیمات کے حوالے سے، بزرگانِ دین کا جب اعراس مناتے ہیں تو ذہن میں آتا ہے کہ میلہ ٹھیلہ یہ چیزیں نہیں ہیں، ان کی خدمات، ان کی سیرت اور ان کا عقیدہ، یہ ادارہ فکر رضا پر ہی رہ کر کام کر رہا ہے، اور باقاعدہ علما کی ٹیم ہے، تو اس بارے میں حضرت کوئی Direction کوئی اصلاحی بات ہو تو ضرور ارشاد فرما دیں۔

علامہ اعظمی: فکر رضا ہی سب سے اہم ہے، اور اسی پر آپ کام کریں، اس سے ہٹیں گے تو نقصان ہوگا تقسیم بھی ہوگی، اب بھی ۹۹/ فی صد لوگ آپ کے ساتھ ہوں گے ۔ امام اہل سنت کا یہ ایک عظیم احسان ہے اور یوں کہہ لیجیے کہ مقبولیت ہے بارگاہِ رسالت ﷺ میں، کہ اتنی مخالفتوں کے باوجود فکر رضا کے حاملین پھیل رہے ہیں، اب یہ کہ مزید دنیا میں پھیلانے کے لیے ضروری ہے کہ یہ میڈیم بھی استعمال کیا جائے؛ جو آپ کر رہے ہیں۔

طاہر قادری: حضرت میں بہت دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آپ نے بہت وقت عطا فرمایا، اور اتنی خوب صورت آپ نے ہماری رہنمائی فرمائی کہ ظاہر بات ہے کہ کام کرنے کا یہ وقت ہے؛ اور اب یہ ہمیں کرنا ہے، اور لوگ چاہتے ہیں کہ واقعی کوئی صحیح ہماری رہنمائی کرے تو ہم اس سمت میں آگے بڑھیں اور اپنے حصے کی شمع جلائیں، اپنے حصے کی اینٹ لگائیں۔

علامہ اعظمی:

شکوہِ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

طاہر قادری: کیا کہنے حضور! سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ عاطفت ہم اہل سنت پر دراز فرمائے۔ آپ کے علم میں، عمل میں، عمر میں، صحت میں برکتیں عطا فرمائے۔ ناظرین! یہ بات تو یقینی ہے کہ اگر حضرت کے ساتھ میں گفتگو کرتا رہوں نہ، جتنے سوالات میرے پاس ابھی بھی ہیں اور الحمدللہ! ذہن میں بھی ہیں اور میرے پاس موجود ہیں، تو گھنٹوں بات ہو سکتی ہے، کیوں کہ حضرت ہیں بہت بڑی علمی شخصیت، اور واقعی ان کی زندگی سے اور ان کے تجربات سے ہمیں فائدہ اُٹھانا چاہیے؛ ضروری نہیں ہے کہ اب آپ بھی ٹھوکر کھا کر وہ بات سیکھیں، جو بزرگوں نے قربانیاں دی ہیں؛ اپنی ذات کو فنا کیا ہے دین کے کام کے لیے، اپنا بہت کچھ چھوڑا ہے، تو ظاہر سی بات ہے ان کی قربانیوں سے

ہمیں سبق حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے، لیکن ظاہر بات ہے کہ حضرت کی صحت حضرت کا وقت بہت اہم ہے۔

علامہ اعظمی: صحت بہت ہے میرے پاس، میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کھڑا کر دیا ہے، دو مہینے پہلے میں بیٹھ کر نماز پڑھتا تھا، اب کھڑا ہو کر پڑھ رہا ہوں۔ صحت بہت ہے وقت ہونا چاہیے، اور میں حاضر ہوں اسی طرح کام کے لیے، کراچی آؤں گا تو بھی انٹرویو دوں گا آپ کو، اور دعا کیجیے کہ میں صحت وعافیت کے ساتھ آسکوں۔

طاہر قادری: جزاک اللہ خیراً، ناظرین کرام! بہت شکریہ! امید ہے کہ آپ اس انٹرویو کو دیکھیں گے بھی اور اس کی Short Clips کو دنیا بھر میں وائرل بھی کریں گے، تاکہ امت کو فائدہ ہو۔ جزاک اللہ خیراً۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆

بسیارخوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

”حضور مفتی اعظم ہند کے رُخ زیبا (کی زیارت)؛ اور ان کی خدمت میں حاضری کا شرف ہمارے اکابرین کو جتنا میسر ہوا؛ ظاہر ہے اتنا مجھے نہیں ہوا لیکن قسم خدا کی ہم چند ساعتوں کو اپنی زندگی کی سب سے قیمتی متاع سمجھتے ہیں، جب ہم نے یہ جرأت کی تھی کہ ہماری گنہگار نگاہیں ان کے پاکیزہ چہرے کو دیکھنے کی کوشش کریں۔ دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے آج تک مجھے یاد نہیں ہے مگر کوشش کی ہے دیکھنے کی۔ جتنے لوگوں نے حضور مفتی اعظم کی زیارت کی ہے وہ ذرا سوچ کے دیکھیں کہ کیا واقعی انہوں نے ان کو دیکھا ہے؟ تابِ نظارہ لا سکے ہیں؟ کیا بھرپور دیکھنے کی طاقت تھی؟ کیا ان کے گرد کردار و عمل کا ایک ہالہ نہیں تھا، جو حجاب بن گیا تھا دیکھنے والوں کے درمیان میں اور مشہود کے درمیان میں؛ جرأت نہ تھی کہ انھیں دیکھا جائے لیکن دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اگر کوئی دیکھنے والا ان کو ہوگا تو یقیناً وہ ہمارے لیے بہت محترم ہوگا اس مجلِس میں، عزیزانِ ملت اسلامیہ! دُنیا انھیں مفتی اعظم ہند کے نام سے یاد کرتی ہے، بلاشبہہ یہ ان کا ایک علَم ہے جو مشہور ہوگیا ہے، لیکن اگر آپ مجھے کہہ لینے دو تو ذرا بے باک ہوکر یہ عرض کروں گا اور اپنے مشاہدے اور حقائق کی روشنی میں کہوں گا؛ جب تک ہم نے ہندُستان کو دیکھا تھا، یہاں کے دارالافتاء کو دیکھا تھا، درس گاہوں کو دیکھا تھا۔ خانقاہوں کو دیکھا تھا، اس وقت تک ہم سمجھتے تھے کہ وہ مفتی اعظم ہیں۔ مفتی اعظم ہند ہیں۔ لیکن! جب ہم ہندُستان سے باہر نکلے اور ہم نے عرب کی سرزمین پر قدم رکھا۔ ہم نے مصر کے دارالافتاؤں کو دیکھا۔ سیریا کی درس گاہوں کو دیکھا۔ لیبیا کے ’زوایا‘ کو دیکھا اور خانقاہوں کو دیکھا، اور مراکش کے دارالافتاء کا جائزہ لیا۔ دارِبیضا کا مطالعہ کیا۔ فاس جو مدینۃ الاولیاء ہے وہاں کے بسنے والوں کو دیکھا۔ پھر عرب و عجم کا جائزہ لیا تو مجھے بے ساختہ کہنا پڑا

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری‘

علامہ قمر الزماں خان اعظمی

(ذکر حضور مفتی اعظم ص ۸، نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۲۰ء)

حضور سیّد صادق شاہ حسینی سرمست چشتی مدنی قدس سرہ العزیز کی حیات طیّبہ پر ایک طائرانہ نظر

ازقلم: سیّد ندیم نوری، ناسک

تیری چوکھٹ پہ رکھ دی ہے شہنشاہوں نے پیشانی
تیرے در کے بھکاری کر گئے دنیا میں سلطانی

⭑**نامِ نامی**: حضرت سیّد صادق قدس سرہ العزیز ہے۔ آپ مولداً مدنی، نسباً نقوی، مذھباً حنفی، عقیدتاً سنی ماتریدی، مشرباً قادری و چشتی و وطناً گلشن آبادی ہیں۔

⭑**القاباتِ سامی**: آپ کے مشہور القابات یہ ہیں۔ مبلغ اسلام، قدوۃ الکاملین، زبدۃ العارفین، شیخ المشائخ، شہنشاہِ ناسک، قطب ناسک، سرمست۔

⭑**سلسلۂ نسب**: سیّد صادق ابن سیّد امین الدین عرف شیر محمد ابن سیّد علی اسد اللہ ابن سیّد احمد راجو ابن سیّد اسد اللہ ابن سیّد محمد راجو ابن سیّد امین الدین ابن سیّد صفی ہمدانی ابن سیّد محمد ابن سیّد احمد اصغر ابن سیّد علی اصغر ابن سیّد حسین عسکری ابن سیّد امام علی نقی عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین

⭑ **جائے ولادت**: آپ کی ولادتِ باسعادت مدینہ طیّبہ میں ہوئی۔ اس لیے آپ کو مدنی کہا جاتا ہے۔ اصحاب سیر آپ کی تاریخِ ولادت کے سلسلے میں خاموش ہیں۔

⭑**والدِ ماجد**: آپ کے والد ماجد حضرت سیّد امین الدین عرف شیر محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کی عظمت و بزرگی اور زہد و تقویٰ کا شہرہ دور دور تک تھا۔ مسلسل بارہ سال تک ایک خشک کنویں میں آپ عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔

⭑**والدہ ماجدہ**: آپ ملک شام کے بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ تلاش بسیار کے باوجود آپ کا نامِ نامی معلوم نہ ہوسکا۔

★ **زوجہ محترمہ**: آپ کا نام مانک بی بی صاحبہ عرف ماں صاحبہ بنت سیّد شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہما ہے۔ آپ عابدہ وزاہدہ اور درجۂ ولایت پر فائز تھیں۔ والد کی طرف سے آپ کا نسب شریف مخدوم سیّد محمد حسینی خواجہ بندہ نوز گیسو دراز قطب گلبرگہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ جس طرح آپ زندگی بھر حضرت سیّد صادق شاہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہیں اسی طرح بعد وصال بھی دوش بدوش آپ کے ہمراہ ہیں۔ یعنی گنبد کے نیچے مرقد ایک اور تعویذ دو ہیں۔ آپ کا وصال بتاریخ ۲۴ / صفر ۱۰۸۰ھ میں ہوا۔

★ **درس نصیحت**: جیسا کہ آپنے اوپر پڑھا حضرت سیّد صادق شاہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ملک شام کے بادشاہ کی بیٹی تھیں اور خود آپ کی زوجہ ابراہیم قطب شاہ کی نواسی تھیں۔ تو آج کے حالات کو دیکھتے ہوئے دو چند باتیں جو ہماری سمجھ میں آئیں۔

۱) پہلے زمانے میں بادشاہ اپنے گھروں کی بیٹیاں فقیروں، اللہ والوں کے گھروں میں دیا کرتے تھے۔ اُن کا رشتہ داری کرنے کا معیار کیا تھا اور آج ہمارا معیار کیا ہے؟

۲) بادشاہ کے محل میں ناز و نعم میں پروان چڑھنے والی بیٹی سسرال میں بغیر ناز کے چٹائی پر زندگی گزارتی تھی۔ آخر کیوں؟ اور آج تھوڑا سا دنیوی علم اور پیسہ آنے کے بعد گھر ٹوٹ رہے ہیں۔ شاید ہم میں اور ہماری پرورش میں کمی رہ گئی۔ واللہ اعلم

★ **اولاد امجاد**: چار بیٹے اور ایک بیٹی

بیٹے: (۱) حضرت سیّد شاہ پیر محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت سیّد شیر محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت سیّد نعمت اللہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت سیّد عبد الکریم حسینی رحمۃ اللہ علیہ

بیٹی: (۱) سیّدہ ماہ صاحبہ بی بی عرف ماں صاحبہ بی بی۔

★ **داماد**: حضرت سیّد جمال الدین حسینی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

★ **تعلیم و تربیت**: آپ نے والد گرامی سیّد امین الدّین رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم و تربیت پائی اور ایک روایت کے مطابق چالیس سال تک والدِ ماجد کی خدمت میں رہے۔

★ **ہندوستان میں آمد** : والد گرامی کے وصال کے بعد باشارۂ غیبی تبلیغ اسلام کے لیے مدینہ طیبہ سے رخصت ہوئے اور ۱۵۶۸ء میں ہندوستان تشریف لائے۔

★ **بیعت و خلافت** : آپ مخدوم شاہ سدھن سرمست شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید صادق ہیں۔ حضرت کا مزار گجرات (پاوا گڑھ) میں واقع ہے۔ حضرت کا عرس شریف پہلی رجب المرجب سے چھٹی رجب المرجب تک منایا جاتا ہے۔ آپ کو اپنے والد گرامی سے خلافت سلسلۂ عالیہ قادریہ، مخدوم عمر مختار اللہ بال چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت چشتیہ سہروردیہ، سید شکر اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت نقشبندیہ طیفوریہ، شیخ خدا قلی ماوراء النھری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت قادریہ شطاریہ اور اپنے پیر و مرشد مخدوم شاہ سدھن سرمست رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت شطاریہ مداریہ طیفوریہ حاصل ہے۔

★ **آپ کو سرمست کیوں کہا جاتا ہے؟** آپ برسوں تک پیر و مرشد کی بارگاہ میں بمقام پاوا گڑھ وجد و کیف اور جذب کے عالم میں رہے۔ اور یہی پر آپ کے پیرِ کامل نے آپ کو ''سرمت'' کا خطاب عطا فرمایا۔ جو آپ کے نام کا جز بن گیا۔

★ **تاریخ وصال** : ۱۶؍ ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا آستانہ محبت شہر ناسک میں ''بڑی درگاہ'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اور قلب ناسک میں واقع ہے۔ اور ایک دنیا آپ کے فیوض و برکات سے آج بھی مالا مال ہو رہی ہے۔

جن کے آنے سے ناسک بھی روشن ہوا
شاہ صادق کی عظمت پہ لاکھوں سلام

مراجع : برکات الاولیاء، گلزارِ صادق، گلشن صادق

منجانب : کنز القرآن فاؤنڈیشن، ناسک شریف۔

مطبوعاتِ کنزالقرآن فاؤنڈیشن
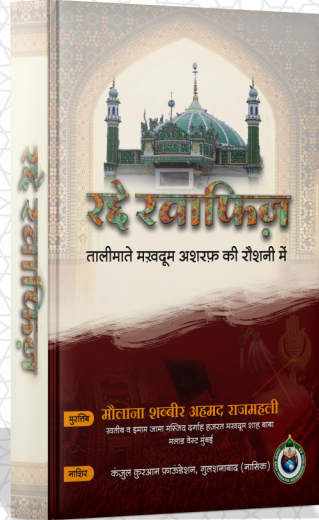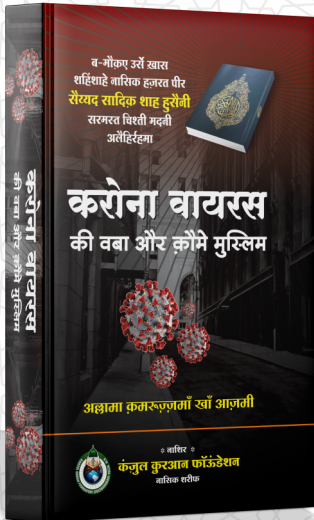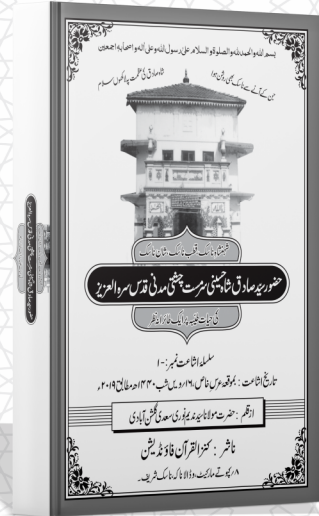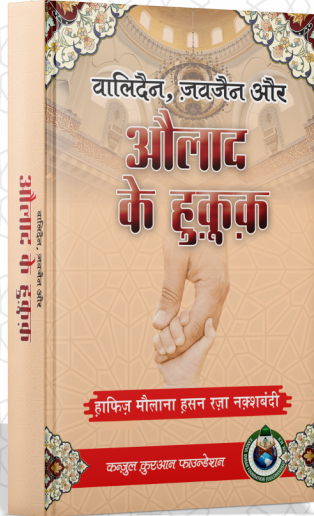
Kanzul Qur'an Foundation, Nasik

E-Mail : sayyednadeem11.sn@gmail.com Mob. 9158201778